احیائے اسلام اور امنِ عالم کا داعی کثیرالاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

جون 2018ء

انسان کا سفر نفسانی گھر سے روحانی گھر تک

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا خصوصی علمی و روحانی خطاب

خشیتِ الٰہی، عشقِ مصطفیٰ ﷺ اور تبدیلیِ احوال کا نسخۂ کیمیا

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا علمی مقام و مرتبہ

فریدِ ملّت ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ سے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری تک

اشرافیہ کی دہشتگردی اور شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ورثاء کی استقامت کے 4 سال

شہیدۂ انقلاب شازیہ مرتضیٰ

شہیدۂ انقلاب تنزیلہ امجد

شہیدِ انقلاب غلام رسول

شہیدِ انقلاب محمد عمر صدیق

شہیدِ انقلاب محمد اقبال

شہیدِ انقلاب محمد عاصم حسین

شہیدِ انقلاب حکیم صفدر حسین

شہیدِ انقلاب شہباز مصطفوی

شہیدِ انقلاب رضوان خان

شہیدِ انقلاب خاور رانجھا

قاتلوں کا انجام قریب، حصولِ انصاف کیلئے قیادت اور کارکن پرعزم

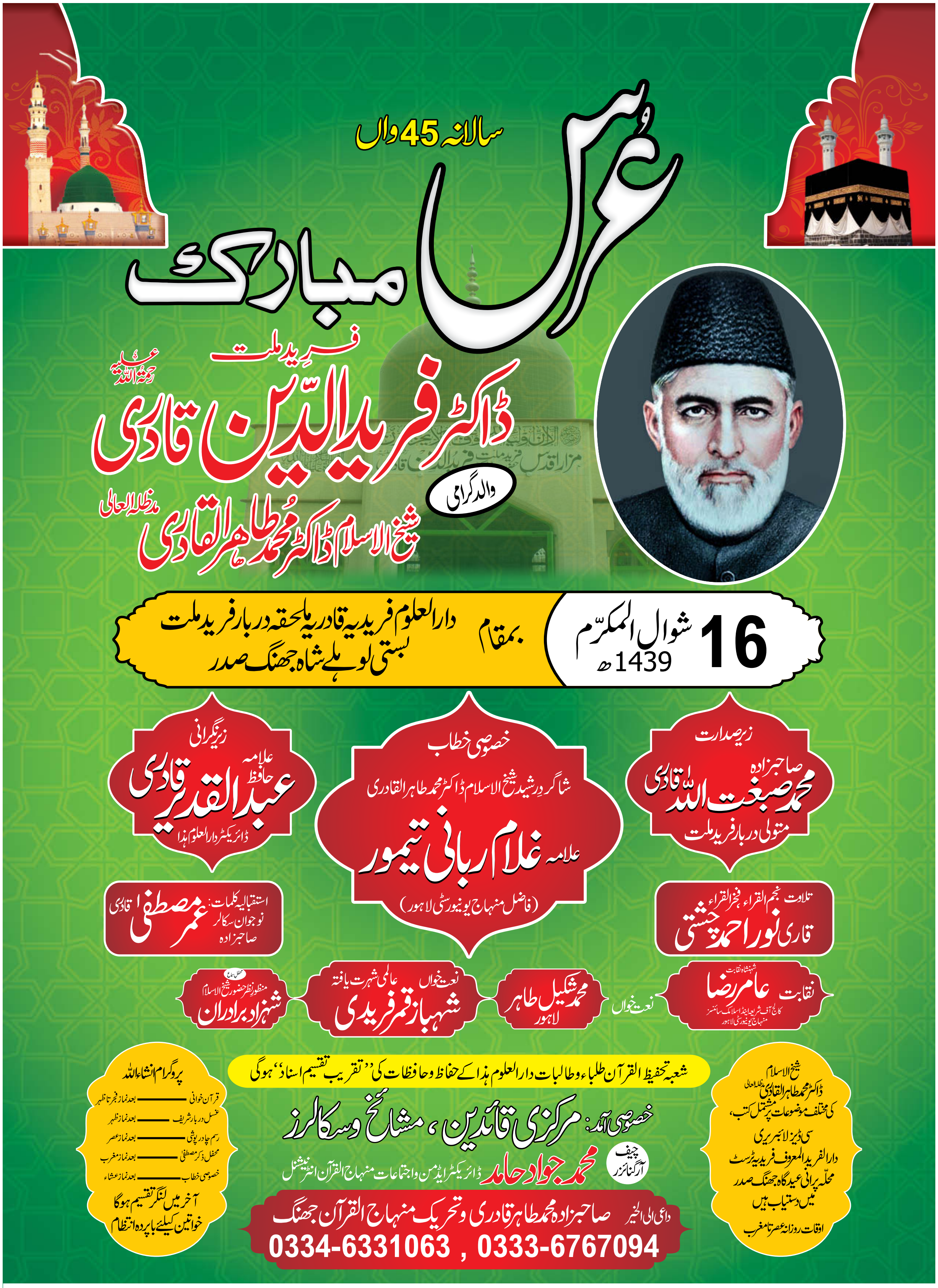

سالانہ 45 واں
عرس مبارک
فرید ملت
ڈاکٹر فرید الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ
والد گرامی
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی
16 شوال المکرّم 1439ھ
بمقام
دار العلوم فریدیہ قادریہ ملحقہ دربار فرید ملت
بستی لوہلے شاہ جھنگ صدر
زیرصدارت
صاحبزادہ محمد صبغت اللہ قادری
متولی دربار فرید ملت
خصوصی خطاب
شاگردِ رشید شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری
علامہ غلام ربانی تیمور
(فاضل منہاج یونیورسٹی لاہور)
زیرنگرانی
علامہ حافظ عبد القدیر قادری
ڈائریکٹر دار العلوم ہذا
تلاوت نجم القراء، فخر القراء
قاری نور احمد چشتی
استقبالیہ کلمات: نوجوان سکالر صاحبزادہ
عمر مصطفیٰ قادری
نقابت شہنشاہ نقابت
عامر رضا
کالج آف شریعہ اینڈ اسلامک سائنسز منہاج یونیورسٹی لاہور
نعت خواں
محمد شکیل طاہر
لاہور
نعت خواں عالمی شہرت یافتہ
شہباز قمر فریدی
محفل سماع
منظورِ نظر حضور شیخ الاسلام
شہزاد برادران
شعبہ تحفیظ القرآن طلباء و طالبات دار العلوم ہذا کے حفاظ و حافظات کی ’’تقریب تقسیم اسناد‘‘ ہوگی
پروگرام انشاءاللہ
قرآن خوانی ——— بعد نماز فجر تا ظہر
غسل دربار شریف ——— بعد نماز ظہر
رسم چادر پوشی ——— بعد نماز عصر
محفل ذکر مصطفیٰ ——— بعد نماز مغرب
خصوصی خطاب ——— بعد نماز عشاء
آخر میں لنگر تقسیم ہوگا
خواتین کیلئے باپردہ انتظام
خصوصی آمد: مرکزی قائدین، مشائخ و سکالرز
چیف آرگنائزر
محمد جواد حامد ڈائریکٹر ایڈمن و اجتماعات منہاج القرآن انٹرنیشنل
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی کی مختلف موضوعات پر مشتمل کتب، سی ڈیز لائبریری
دار الفرید المعروف فریدیہ ٹرسٹ محلہ پرانی عیدگاہ جھنگ صدر میں دستیاب ہیں
اوقات روزانہ عصر تا مغرب
داعی الی الخیر صاحبزادہ محمد طاہر قادری و تحریک منہاج القرآن جھنگ
0334-6331063 , 0333-6767094

احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

جلد شمارہ 6 | رمضان - شوال ۱۴۳۹ھ | جون 2018ء

بفیضان نظر

قدوۃ الاولیاء شیخ المشائخ حضرت سیدنا طاہر علاؤالدین الگیلانی البغدادی قدس سرہ العزیز

زیر سرپرستی

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری مدظلہ

زیر نگرانی

ڈاکٹر حسن محی الدین قادری | ڈاکٹر حسین محی الدین قادری

حسن ترتیب

(اداریہ) تاریخ کے تاریک ترین 5 سال	چیف ایڈیٹر	3
(القرآن) انسان کا سفر: نفسانی گھر سے روحانی گھر تک	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری	5
(الفقہ) عصرِ حاضر اور مقاصدِ اعتکاف	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی	11
روزہ اور اعتکاف تبدیلیِ احوال کا نسخۂ کیمیا	ڈاکٹر حسن محی الدین قادری	14
حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کا علمی مقام و مرتبہ	قاری ظہور احمد فیضی	22
سانحہ ماڈل ٹاؤن: ریاستی دہشت گردی کے 4 سال	نعیم الدین چودھری ایڈووکیٹ	27
حضرت فریدِ ملت سے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری تک	محمد فاروق رانا	33
منہاج یونیورسٹی: عالمی سطح پر خدمات کا اعتراف		39

چیف ایڈیٹر: نوراللہ صدیقی

ایڈیٹر: محمد یوسف

ڈپٹی ایڈیٹر: محبوب حسین

ایڈیٹوریل بورڈ

محمد فاروق رانا، عین الحق بغدادی

محمد رفیق نجم، محمد ندیم چودھری

مجلس مشاورت

خرم نواز گنڈاپور، احمد نواز انجم

جی ایم ملک، تنویر احمد خان، سرفراز احمد خان

منظور حسین قادری، غلام مرتضیٰ علوی

قلمی معاونین

مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی، پروفیسر محمد نصراللہ معینی

ڈاکٹر طاہر حمید تنولی، پروفیسر محمد الیاس اعظمی

ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی، علامہ شہزاد مجددی

محمد افضل قادری

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم | گرافکس: عبدالسلام

خطاطی: محمد اکرم قادری | عکاسی: قاضی محمود الاسلام

ملک بھر کے تعلیمی اداروں اور لائبریریوں کیلئے منظور شدہ

www.minhaj.info

www.facebook.com/minhajulquran

email:mqmujallah@gmail.com (مجلّہ آفس و سالانہ خریداران)

minhaj.membership@gmail.com (نظامت ممبرشپ/رفقاء)

smdfa@minhaj.org (بیرون ملک رفقاء)

قیمت فی شمارہ: 35 روپے

سالانہ خریداری: 350 روپے

بدل اشتراک: مشرق وسطی جنوب شرقی ایشیاء، یورپ، افریقہ، آسٹریلیا، کینیڈا، مشرق بعید جنوبی امریکہ وریاستہائے متحدہ امریکہ 30 امریکی ڈالر سالانہ

ترسیل زر کا پتہ: اکاؤنٹ نمبر 01970014575103 حبیب بینک منہاج القرآن برانچ ماڈل ٹاؤن لاہور پاکستان

ناشر: محمد اشرف قادری، مطبع: منہاج القرآن پرنٹرز 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور UAN:042-111-140-140 Ext:128

حمد باری تعالیٰ

سوزِ حفیظؔ دے مجھے ذوقِ ندیمؔ دے
فکرِ رسا نواز دے قلبِ سلیم دے

تو ذائقہ چکھا مجھے اپنی صفات کا
اپنے کرم سے کچھ تو مجھے بھی کریم دے

مجھ کو بھی شہرِ علم کی خیرات ہو نصیب
مولا مجھے بھی فہمِ الف لام میم دے

ہوجائے لطف خاص مظلوم و جھول پر
اس بے ہنر کو جوہر نطقِ کلیم دے

ہر قلب کو نصیب ہو ذوقِ دلِ بلال
بو ذر کا جس میں رنگ ہو ایسی گلیم دے

کس درجہ مہربان ہے انسانیت پہ تو
جذبہ یہ آدمی کو بھی ربِّ رحیم دے

تیرے نبی کی نعت کے ہمراہ اے جلیل
لکھتا رہوں میں حمد یہ عزمِ صمیم دے

شہزادؔ کے لیے یہ اثاثہ ہے بے بہا
حکمت کے مجھ کو لعل و گہر اے حکیم دے

(شہزاد مجددی)

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

چلے ہوائے مدینہ بہار آ جائے
نظر کی عید ہو، دل کو قرار آ جائے

وہ نام سن کے مری روح میں دھنک اترے
قلم رواں ہو، سخن میں نکھار آ جائے

میں اُنؐ کی بات کروں تو دہن میں شہد اترے
میں اُنؐ کی نعت سنوں تو خمار آ جائے

میں دیکھتا ہی رہوں اور میرا جی نہ بھرے
مقامِ قرب نظر ایک بار آ جائے

میں جب سے کوچۂ جاناں سے ہو کے آیا ہوں
تڑپ رہا ہوں کہ پھر سے بہار آ جائے

میں اپنی پلکوں سے چوموں نقوشِ پا اُنؐ کے
کبھی نصیب میں وہ رہگذار آ جائے

یقین ہے کہ بلا لیں گے اب حضورؐ مجھے
جو آئے آخرِ شبِ اضطرار، آ جائے

سحر قریب ہے، سوئے حرم چلیں گے عزیزؔ
اُفق سے رحمتِ پروردگار آ جائے

(شیخ عبدالعزیز دباغ)

اداریہ

تاریخ کے تاریک ترین 5 سال

آر اوز کی مدد، دھن، دھونس اور دھاندلی کے نتیجے میں برسرِاقتدار آنے والی حکومت کا بالآخر خاتمہ ہو گیا۔ نواز لیگ کے گزرے ہوئے پانچ سال سیاست، معیشت، معاشرت پر بہت بھاری ثابت ہوئے۔ تعلیم، صحت، مذہبی رواداری، بین الاقوامی تعلقات، کرپشن، دہشت گردی، انتہا پسندی، ادارہ جاتی تصادم کے بدترین حکومتی رویے اور طرزِ حکمرانی نے ریاست کو مفلوج کر دینے کی حد تک منفی اثرات مرتب کیے۔ موجودہ حکومت کے آخری ماہ ایک ڈراؤنے خواب کی طرح رہے۔ معیشت، معاشرت اور ادارہ جاتی ڈسپلن کی بربادی کے بعد جاتے جاتے نااہل نے ریاستِ پاکستان پر وہ ناپاک حملہ کیا جس کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ نااہل نواز شریف نے دہشتگردوں کی سرپرستی کا انتہائی گھناؤنا الزام پاکستان پر لگا دیا اور یہ الزام ایک ایسے موقع پر لگایا گیا جب پاکستان کے بیرونی دشمن پاکستان کو دہشت گردوں کیخلاف نرم گوشہ رکھنے کے بودے اور تعصب پر مبنی الزام کے تحت گرے لسٹ میں شامل کر چکے ہیں اور بلیک لسٹ میں شامل کرنے کے بہانے ڈھونڈ رہے ہیں۔ پاکستان کی 70 سالہ تاریخ میں کبھی کسی جماعت کے سربراہ نے اس طرح اپنے وطن کیخلاف خبثِ باطن کا اظہار نہیں کیا جس طرح نااہل نے کیا۔

نااہل کی الزام تراشی اور دشمنوں کے بیانیہ کے ببانگ دہل اظہار پر قومی سلامتی کمیٹی کو اپنا ہنگامی اجلاس منعقد کرنا پڑا، اس اجلاس میں فورسز کے چیفس اور تمام ریاستی عہدیدار اور سٹیک ہولڈرز شریک ہوئے اور انہوں نے نااہل کے بیان کو گمراہ کن قرار دیتے ہوئے مسترد کر دیا۔ ڈھٹائی کی انتہا ہے کہ پوری قوم اور ریاستی ادارے یک زبان ہو کر نااہل کے بیانیے کو مسترد کر رہے ہیں جبکہ نااہل شرمندہ ہونے کی بجائے اپنے بیان پر ڈٹے رہنے کا اعلان کر رہا ہے۔ بہرحال نااہل کے ریاست مخالف بیانیہ کی ہم شدید الفاظ میں مذمت کرتے ہیں اور اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ ریاست مخالف اس بیانیہ کے ''بانی'' کو کوئی چھوٹ نہ دی جائے، اس سے دشمنوں کو ریاست پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دینے کے ساتھ ساتھ نئی نسل کو فکری اعتبار سے تباہ کرنے کی مذموم حرکت کی گئی۔

پاکستان عوامی تحریک کے سربراہ ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے 20 اگست 2016ء کے دن قصاص تحریک کے آغاز کے موقع پر احتجاجی مظاہروں سے خطاب کرتے ہوئے انکشاف کیا تھا کہ پڑوسی ملک نواز شریف کا اقتدار بچانے کی جنگ لڑ رہا ہے، اس بیان پر ملک بھر میں کھلبلی مچ گئی۔ اس بیان کے بعد انہوں نے ستمبر 2016ء میں پریس کانفرنس کرتے ہوئے شریف خاندان کی ملوں میں بھارتی ٹیکنیشنز اور انجینئرز کے کام کرنے کے حوالے سے ثبوت بھی میڈیا کو فراہم کیے۔ ان ثبوتوں میں پاسپورٹ نمبرز اور ویزہ فارم شامل تھے، یہ بھارتی شریف خاندان کی ملز کی طرف سے سپانسرز کیے گئے لیٹرز پر خصوصی ویزوں پر آئے۔ ان انکشافات پر شریف خاندان کے ترجمانوں نے عدالت جانے کا اعلان کیا لیکن آج کے دن تک کسی کو عدالت جانے کی جرأت نہ ہو سکی۔ بہرحال قائد انقلاب نے 2 سال قبل جو انکشافات کیے تھے آج نااہل اپنی زبان سے ان کی تصدیق اور توثیق کر رہے ہیں۔

نواز لیگ حکومت کے 5 سال معیشت کیلئے بھی تباہ کن ثابت ہوئے، پاکستان نے 70 سالوں میں 45 ارب ڈالر قرضہ لیا جبکہ نااہل کے دورِ حکومت کے پانچ سالوں میں 90 ارب ڈالر سے زائد قرضہ لیا گیا۔ پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار دفاع اور ترقیاتی بجٹ سے زیادہ سود کی ادائیگی کا بجٹ رکھا گیا۔ ایکسپورٹ کم ہوئیں، امپورٹس میں بے تحاشا اضافہ ہوا۔ پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار روپے کے مقابلے میں ڈالر کی قیمت میں بے تحاشا اضافہ ہوا۔ 2013ء میں ڈالر ایک سو روپے کا تھا جو اب 120

روپے کا ہو گیا۔ زرعی شعبہ تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا گیا، کسانوں کو ان کی فصل کے دانے دانے کی طرح سڑکوں پر رولا گیا۔ لوڈشیڈنگ اور مہنگائی کو کنٹرول کرنے کے تمام دعوے جھوٹ کا پلندا ثابت ہوئے۔ 2013ء میں دیہات میں لوڈشیڈنگ 12 سے 16 گھنٹے تھی آج بھی لوڈشیڈنگ کا دورانیہ 12 سے 16 گھنٹے ہے۔ گزرے ہوئے 5 سال سیاسی کارکنوں کیلئے آمرانہ ادوار سے بھی زیادہ بدترین تھے۔ ہزاروں کارکنان کو آزادی اظہار کے حق کو استعمال کرنے پر پابند سلاسل کیا گیا، حبس بے جا میں رکھا گیا۔ سانحہ ماڈل ٹاؤن شریف دور کا بدترین سانحہ ہے جس میں 100 لوگوں کو گولیاں ماری گئیں، جن میں 14 شہید ہو گئے اور پھر اقتدار کے آخری 4 سال تک انصاف نہیں ہونے دیا گیا۔ سانحہ ماڈل ٹاؤن کے باعث پوری دنیا میں پاکستان کا اسلامی، جمہوری تشخص بری طرح مجروح ہوا۔ دیگر سیاسی جماعتوں کے کارکنان اور قائدین کے خلاف بھی بدترین حکومتی انتقامی کارروائیاں کی گئیں، سیاسی کارکنوں سے آزادی اظہار کا حق چھینا گیا، سوشل میڈیا کو ریاستی اداروں اور میڈیا کی کردارکشی مہم کیلئے استعمال کرنے کی بدترین روایت قائم کی گئی۔

پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار گزرے ہوئے ان سیاہ سالوں میں پاکستان کے سب سے بڑے منصف ادارے سپریم کورٹ کی بدترین توہین کی گئی، ججز کو متنازعہ بنانے کی کوشش کی گئی، ججز کے گھروں پر فائرنگ کی گئی، کاسہ لیسوں اور حواریوں کے ذریعے تحقیقات میں شامل افراد پر زمین تنگ کرنے کی کھلے عام دھمکیاں دی گئیں۔ ریاست کے اندر ریاست قائم کی گئی، وزراء کو فوج اور عدلیہ کی کردارکشی کے ٹاسک دیئے گئے۔ یہ پہلی بدبخت حکومت تھی جو اداروں کا آئینی احترام یقینی بنانے کا مینڈیٹ لے کر آئی اور اداروں کی تذلیل پر کاربند رہی۔ وزراء توہین عدالت کے مرتکب ہوئے، متعدد پر تاحال توہین عدالت کے کیسز چل رہے ہیں۔

چار سال سے زائد عرصہ عالمی مالیاتی اداروں کے ایجنٹ کا کردار ادا کرنے والے وزیرخزانہ کو مفروری کی حالت میں سینیٹ کا ممبر منتخب کروایا گیا۔ یہ واحد بدبخت حکومت ہے جس کے وزیراعظم نے فوج کیخلاف نیوزلیکس سکینڈل شائع کروایا اور اپنی ہی فوج کو دنیا میں بدنام کرنے کی بدترین حرکت کی۔ نااہل نے اسلام کے نام پر حاصل کیے گئے ملک کی پارلیمنٹ کے اندر ختم نبوت کے قانون پر حملہ کیا، ختم نبوت کے قانون کو تبدیل کیا اور پھر پکڑے جانے پر دوبارہ قانون کو بحال کیا۔ آج کے دن تک ذمہ داروں کیخلاف نہ کوئی کارروائی کی اور نہ ہی رپورٹ منظر عام پر آنے دی گئی۔

اسی بدبخت حکومت نے ایک سال تک آپریشن ضرب عضب کو شروع نہیں ہونے دیا اور 70 ہزار سے زائد پاکستانیوں کی جانیں لینے والے خطرناک دہشتگردوں کو محفوظ پناہ گاہوں میں منتقل ہونے کا موقع فراہم کیا۔ بالآخر پاک آرمی کو ملک کے وسیع تر مفاد میں آپریشن کا آغاز کرنا پڑا۔ اگر یہ آپریشن بروقت شروع ہو جاتا تو کالعدم تنظیموں کے سربراہان کو پاکستان سے بھاگنے کا موقع نہ ملتا اور انسانیت کے یہ ناسور اپنے انجام سے دوچار ہو چکے ہوتے۔ نہ صرف آپریشن ضرب عضب کو تاخیر نشانہ بنایا بلکہ قومی ایکشن پلان پر عملدرآمد کی راہ میں قدم قدم پر روڑے اٹکائے۔ آپریشن ردالفساد کو بھی ناکام بنانے کی مذموم حرکتیں کیں۔

نیز کوئی ایسی غیر سیاسی، غیر اخلاقی، غیر آئینی، غیر قانونی حرکت نہیں تھی جس کا نااہل اور ان کے حواریوں نے ارتکاب نہ کیا ہو۔ پانچ سال تک وزیر خارجہ مقرر نہیں ہونے دیا گیا اور پاکستان کو عالمی تنہائی کا شکار کر دیا گیا۔ پاکستان تاریخ میں پہلی بار خطے میں تنہا ہوا۔ برادر اسلامی ممالک کے ساتھ روایتی تعلقات بھی تعطل کا شکار ہوئے۔ پہلی بار افغانستان کی طرف سے پاکستان کی سرزمین پر حملے ہوئے لیکن ہر جگہ نااہل کی نااہلی آڑے آئی۔ پاناما لیکس سکینڈل نے اس نااہل ٹولے کی اخلاقی، قانونی حیثیت کا پردہ چاک کر دیا۔ پاناما لیکس کی تحقیقات کے دوران علم ہوا کہ وزیراعظم کسی اور ملک کا اقامہ ہولڈر اور ملازم ہے، اور اس کا وزیر خارجہ بھی اقامہ ہولڈر نکلا، ابھی بقیہ کی تحقیقات جاری ہیں۔ بہرحال گزرے ہوئے ان پانچ سالوں کو ایک جملے میں سمویا جائے تو دل سے ایک ہی صدا نکلتی ہے کہ یہ پاکستان کی تاریخ کے تاریک ترین پانچ سال تھے (چیف ایڈیٹر)

القرآن

گزشتہ سے پیوستہ

انسان کا سفر
نفسانی گھر سے روحانی گھر تک

لیلۃ القدر کی رات جبریل امین نفسانیت کے گھر سے نکل کر روحانیت کے گھر منتقل ہونے والوں سے مصافحہ کرتے ہیں

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا خصوصی علمی و روحانی خطاب☆

ترتیب و تدوین: محمد یوسف منہاجین ....معاون: محبوب حسین

مسلمان حضور نبی اکرم ﷺ کی قیادت میں جب نہایت کم وسائل کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور یقین رکھتے ہوئے غزوۂ بدر کے لیے نکلے تو اس موقع پر انہوں نے اللہ تعالیٰ سے مدد کے لیے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو شرفِ قبولیت بخشا اور حضور نبی اکرم ﷺ کے صدقے اور وسیلہ سے میدانِ جنگ میں فرشتوں کے اترنے، بارش کے نازل ہونے اور غنودگی طاری کرنے کے ذریعے لشکر کی تھکاوٹ دور کرکے مدد کی گئی۔

اللہ رب العزت نے اس تمام معاملہ کو قرآن مجید میں یوں بیان فرمایا:

اِذۡ تَسۡتَغِيۡثُوۡنَ رَبَّكُمۡ فَاسۡتَجَابَ لَكُمۡ اَنِّىۡ مُمِدُّكُمۡ بِاَلۡفٍ مِّنَ الۡمَلٰٓـئِكَةِ مُرۡدِفِيۡنَ ○ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشۡرٰى وَلِتَطۡمَئِنَّ بِهٖ قُلُوۡبُكُمۡ وَمَا النَّصۡرُ اِلَّا مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ ○ اِذۡ يُغَشِّيۡكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنۡهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيۡكُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمۡ بِهٖ وَيُذۡهِبَ عَنۡكُمۡ رِجۡزَ الشَّيۡطٰنِ وَلِيَرۡبِطَ عَلٰى قُلُوۡبِكُمۡ وَيُثَبِّتَ بِهِ الۡاَقۡدَامَ ○ اِذۡ يُوۡحِىۡ رَبُّكَ اِلَى الۡمَلٰٓـئِكَةِ اَنِّىۡ مَعَكُمۡ فَثَبِّتُوا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا سَاُلۡقِىۡ فِىۡ قُلُوۡبِ الَّذِيۡنَ كَفَرُوا الرُّعۡبَ فَاضۡرِبُوۡا فَوۡقَ الۡاَعۡنَاقِ وَاضۡرِبُوۡا مِنۡهُمۡ كُلَّ بَنَانٍ ○ (الانفال، ۸: ۹۔۱۲)

’’(وہ وقت یاد کرو) جب تم اپنے رب سے (مدد کے لیے) فریاد کر رہے تھے تو اس نے تمہاری فریاد قبول فرمالی (اور فرمایا) کہ میں ایک ہزار پے در پے آنے والے فرشتوں کے ذریعے تمہاری مدد کرنے والا ہوں۔ اور اس (مدد کی صورت) کو اللہ نے محض بشارت بنایا (تھا) اور (یہ) اس لیے کہ اس سے تمہارے دل مطمئن ہو جائیں اور (حقیقت میں تو) اللہ کی بارگاہ سے مدد کے سوا کوئی (اور) مدد نہیں، بے شک اللہ (ہی) غالب حکمت والا ہے۔ جب اس نے اپنی طرف سے (تمہیں) راحت و سکون (فراہم کرنے) کے لیے تم پر غنودگی طاری فرما دی اور تم پر آسمان سے پانی اتارا تاکہ اس کے ذریعے تمہیں (ظاہری و باطنی) طہارت عطا فرما دے اور تم سے شیطان (کے باطل وسوسوں) کی نجاست کو دور کردے اور تمہارے دلوں کو (قوتِ یقین) سے مضبوط کردے اور اس سے تمہارے قدم (خوب) جما دے۔ (اے حبیبِ مکرّم! اپنے اعزاز کا وہ منظر بھی یاد کیجیے) جب آپ کے رب نے (غزوۂ بدر کے موقع پر) فرشتوں کو پیغام بھیجا کہ (اصحابِ رسول کی مدد کے لیے) میں (بھی) تمہارے ساتھ ہوں، سوتم (بشارت و نصرت کے ذریعے) ایمان والوں کو ثابت قدم رکھو، میں ابھی (جنگ جو) کافروں کے دلوں میں (لشکرِ محمدی کا) رعب و ہیبت ڈالے دیتا ہوں، سوتم (غزوۂ بدر کے دوران جارح کافروں کی) گردنوں کے اوپر سے ضرب لگانا اور (ان کی سازشوں اور جنگی حربوں کے جواب میں) ان کے ایک ایک جوڑ کو توڑ دینا۔‘‘

اِن آیات مبارکہ کے مذکورہ پسِ منظر کے علاوہ اِن کی روحانی تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غزوۂ بدر کی صورت حال

☆ CD# 219، خطاب نمبر: FS-20، تاریخ: 15-01-1999

ذکر فرما کر بتادیا کہ اگر آج بھی کوئی اللہ کے حضور اپنے آپ کو اس طرح پیش کردے جس طرح اصحابِ بدر نے کیا تو اللہ آج بھی فرشتوں کے ذریعے اس کی ضرور مدد و نصرت فرمائے گا۔ آج بھی اس کی مدد و نصرت کا دروازہ کھلا ہے، بند نہیں ہوا۔ وہ ہمارے حال اور اپنی شان کے لائق آج بھی اپنے ملائکہ کے ذریعے ہماری مدد فرمائے گا، لیکن شرط یہ ہے کہ اصحابِ بدر جیسا یقین و توکل اور غلامی مصطفی ﷺ موجود ہونی چاہئے۔

فرشتوں کے نزول میں پنہاں روحانی حکمت

یہ امر ذہن نشین رہے کہ فرشتوں کے ذریعے کی جانے والی مدد درحقیقت اللہ ہی کی طرف سے مدد کرنا ہے۔ اس لیے کہ اس نے فرمایا ہے:

وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللهِ.

یعنی مدد تو مَیں نے ہی کرنی ہے اور مَیں مدد کے لیے فرشتوں کو بھیجنے کا بھی محتاج نہیں۔ یہ کوئی ضروری اور لازم نہیں کہ فرشتے اتریں تو میری مدد ہوگی اور اگر فرشتے نہ اتریں تو میری مدد نہیں ہوسکتی۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ باری تعالیٰ! جب سب کچھ تو نے ہی کرنا تھا اور تجھے فرشتوں کی محتاجی بھی نہ تھی تو پھر مدد کے لیے فرشتوں کو کیوں اتارا؟

فرشتوں کو اتارنے میں راز یہ تھا کہ میں بندوں کو طریقہ اور سلیقہ سکھانا چاہتا ہوں کہ مدد تو میں ہی کرتا ہوں مگر کچھ ہستیوں کو اپنی مدد کا مظہر اور وسیلہ بناتا ہوں۔ میدانِ بدر میں بھی مدد تو میری ہی آئی مگر میری مدد کے لیے ظاہری واسطہ و وسیلہ میں نے اپنے ملائکہ کو بنایا تاکہ پتہ چل جائے کہ قیامت تک میرا اصول یہ ہے کہ جب بھی میری مدد کے طلبگار بنو تو جان لو میری مدد واسطے اور وسیلے کے بغیر نہیں ہوتی۔

قدوۃ الاولیاء حضور سیدنا طاہر علاؤالدین، حضور سیدنا داتا گنج بخش علی ہجویریؒ، حضرت خواجہ اجمیریؒ، حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ، حضرت سلطان بایزید بسطامیؒ، حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ، حضرت شاہ نقشبندؒ، حضرت شیخ سہروردؒ، حضرت سلطان باہوؒ، شیخ کل غوث الثقلین غوث الاعظم اور جملہ اولیاء کرام رحمہم اللہ یہ سب برگزیدہ لوگ کون ہیں؟ جان لیں! یہ اللہ کی مخلوق ہیں اور روحانیت کی طرف عازمِ سفر ہونے والے قافلوں کے لیے اللہ کی مدد کے مظہر ہیں۔ اللہ کی مدد ان کے واسطے سے اللہ کی مخلوق کو پہنچتی ہے۔ نصرتِ الٰہیہ، ملاءِ اعلیٰ کا فیض اور انوارِ الٰہیہ ان برگزیدہ بندوں کے وجود کے توسط سے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر اتارتا رہا ہے اور اتارتا ہے اور اتارتا رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے روحانیت کے سفر میں اپنی مدد و نصرت کے مظاہر، واسطے اور وسیلے اس لیے سامنے کردیئے تاکہ انہیں دلی اطمینان نصیب ہو۔ فرمایا:

اِلَّا بُشْرٰی وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْ بُكُمْ.

تاکہ یہ دیکھ کر ان کو اور ان کے دلوں کو اطمینان ہوجائے اور یہ امر ان کے لیے خوشخبری بن جائے۔

مشاہدات کا ظہور کیونکر ممکن ہوتا ہے؟

میدانِ بدر میں اللہ کی مدد و نصرت کے نزول کی روحانی تفسیر یہ ہے کہ جب کوئی اللہ والا بن جائے۔۔۔ اللہ کی راہ کا مسافر بن جائے۔۔۔ اللہ کی مدد و نصرت کا طالب ہوجائے۔۔۔ فرشی ہوکر عرشی سے تعلق جوڑے۔۔۔ ناسوتی ہوکر ملکوتی، لاہوتی و جبروتی سے تعلق جوڑے۔۔۔ اللہ کی قربت اور بندگی کے دائرے میں آجائے تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنی رحمتیں، انوار و تجلیات اور واردات اتارتا ہے اور پھر اسے مشاہدات نصیب ہوتے ہیں۔ ان مشاہدات میں ملائکہ کا اترنا بھی شامل ہے۔

اس کی مثال لیلۃ القدر میں ملائکہ کا نزول ہے کہ جب لیلۃ القدر میں خاص قبولیت کی گھڑی آتی ہے تو جبرائیل امین اور ملائکہ اللہ کے ان خاص بندوں کے ساتھ مصافحہ کرتے ہیں جو نفسانیت کے گھر سے نکل کر روحانیت کے گھر کی طرف عازمِ سفر ہوتے ہیں۔ جب ملائکہ ان سے مصافحہ کرتے ہیں تو اِن لمحات میں ان کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، بجلی کی ایک لہر ان کے بدن میں دوڑ جاتی ہے۔ بندے کو پتہ چلتا ہے کہ میرا وجود ملاءِ اعلیٰ کے وجود کے ساتھ مل گیا ہے۔ اللہ والے جب کامل ہوتے ہیں تو بیداری میں یہی کیفیتیں اور تجلیات دیکھتے ہیں مگر وہ لوگ جو روحانیت کے مسافر ہوتے ہیں، سفر کی ابتداء میں ہوتے ہیں انہیں یہ کیفیات عالَم خواب میں دکھائی جاتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کیفیات کو دیکھنے کے لیے ضروری ہے کہ روح قفسِ عنصری سے آزاد ہو۔ ان کیفیات کا مشاہدہ روح ہی

کرسکتی ہے، جسم کی آنکھ کے لیے یہ ممکن نہیں۔ جب تک جسم پر نفس کا غلبہ ہے، یہ مشاہدات نہیں ہوسکتے۔ جب ہم سوتے ہیں تو نیند کی وجہ سے جسم، نفس اور وجود کا غلبہ کمزور ہوجاتا ہے۔ جب نفس اور وجود کا غلبہ کمزور ہوتا ہے تو اس پنجرے سے روح آزاد ہوجاتی ہے اور وہ ملکوتی مشاہدات کا نظارہ کرنے لگتی ہے۔

روحانی تجلیات کا نزول طہارتِ باطنی کا سبب ہے

اللہ تعالیٰ نے یہ فلسفہ اور منظر قرآن مجید میں صحابہ کرامؓ کے حوالے سے سفرِ بدر میں بیان فرمایا ہے کہ جب مسلمانوں کا لشکر مقام بدر میں پہنچا تو فرمایا:

اِذْ یُغَشِّیْکُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ.

اللہ چاہتا تھا کہ تم پر اپنا کرم کرے اور تمہیں کچھ دکھا بھی دے لہٰذا اس نے سکون و راحت دینے والی اونگھ اور نیند تمہارے اوپر طاری کردی۔ یہ اونگھ اور نیند کیا تھی؟ اس کی روحانی تفسیر روحانی گھر کی طرف عازم سفر ہونے والوں کے لیے یہ ہے کہ یہ نیند اور اونگھ اس لیے طاری کی کہ وجود کا قبضہ و تصرف ختم ہوجائے اور روح کو آزادی ملے۔ رب چاہتا تھا کہ تمہیں منزل تک پہنچنے سے پہلے کچھ ملکوتی مشاہدات کرادے اور ملکوتی مشاہدے کے لیے ضروری تھا کہ وہ تمہارے باطن کی آنکھ کھولے۔ پس اللہ نے ان پر اونگھ طاری کی اور اونگھ طاری ہونے کی دیر تھی کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں دکھایا کہ

وَیُنَزِّلُ عَلَیْکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّیُطَهِّرَکُمْ بِهٖ.

اللہ نے آسمانِ روح سے تمہارے اوپر پاکیزگی اور طہارت کا پانی اتار دیا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ لِیُطَهِّرَکُمْ، آسمانِ روح سے جو پانی اترا اس سے اللہ نے تمہارے دلوں کو دھودیا اور تمہیں طہارتِ قلبی و باطنی عطا کردی۔ یہ آسمانِ روح سے اللہ کی تجلیات کی بارش تھی جو ملاءِ اعلیٰ کا پانی بن کر تم پر اتری اور اس طرح وہ تمہارے دلوں کی چادروں اور تمہارے نفس کے لباس کو دھوتا چلا گیا۔ فرمایا:

یُذْهِبَ عَنْکُمْ رِجْزَ الشَّیْطٰنِ.

شیطان کی پلیدیاں، وسوسے اور اس کے القاء کردہ باطل وہم و خیال اور مادی دنیا کی لذتیں، راحتیں، زیب و زینت کی چادریں اور وہ شیطانی اثرات جس نے تمہارے نفس اور دل کے لباس کو آلودہ کررکھا تھا، رب نے اس حالت میں تم پر وہ پانی اتارا کہ دل ان کدورتوں سے صاف ہوگیا اور نفس کا لباس دھل گیا۔ وہ امارہ سے نکل کر درجہ لوامہ اور پھر ملہمہ میں داخل ہوگئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ

لِیَرْبِطَ عَلٰی قُلُوْبِکُمْ

تمہارے دلوں پر ایسی تقویت اتاری اور مضبوطی دی کہ اس ربط کے ذریعے تم زمین پر تھے مگر تمہارے دل کو رب نے ملاءِ اعلیٰ کے ساتھ جوڑ دیا۔ اب اللہ کے وہ انوار و تجلیات جو زمین پر اور ناسوت پر نہیں اترتیں بلکہ عالم ملکوت پر اترتی تھیں اور تمہارے دل ان سے محروم تھے، اللہ نے تمہارے دلوں کا رابطہ ملاءِ اعلیٰ کے ساتھ قائم کردیا اور جو ملاءِ اعلیٰ پر فرشتوں پر اتر رہا تھا، اب وہ تمہارے دلوں پر اترنے لگ گیا۔

سمجھایا یہ جارہا ہے کہ تم اللہ کی طرف سفر کا ارادہ کرکے تو دیکھو۔۔۔ اس وجود کے نفسانی گھر کو چھوڑ کر تو دیکھو۔۔۔ رب سے تعلق جوڑ کر اور رب کی رضا کا سودا کرکے دیکھو۔۔۔ جب تم اس نفس اور نفسانیت، وجود اور وجودیت سے نکل جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ تم پر انوار و تجلیات اور برکات و انعامات کا وہ پانی اتارے گا جو تمہارے دلوں کو دھودے گا، نفس کی چادروں کو صاف کردے گا اور تمہارے دل کو ملاءِ اعلیٰ کے ساتھ جوڑ دے گا۔ جب مردِ مومن کا دل ملاءِ اعلیٰ سے جڑ جاتا ہے تو وہ اس زمین پر رہ کر گولیوں کی بوچھاڑ میں بھی متزلزل نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ دنیا کے مال و دولت کے حرص اور لالچ کو اپنے دل میں جگہ دیتا ہے۔

تعلق باللہ میں استقامت کے روحانی اثرات

یہی وجہ ہے کہ جہاں حرص اور لالچ کی آندھیاں، طوفان اور اندھیرے بندہ مومن پر اثر نہیں کرتے اور اس کے باوجود اس کا دل روشن رہتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اندھیرا اس جہاں اور دنیا میں ہے جبکہ بندۂ مومن کا دل اب ملاءِ اعلیٰ سے مربوط ہے۔ یہاں ہر طرف حرص، لالچ، تکبر، خواہشوں، شہوتوں، نفرتوں اور کدورتوں کی آندھیاں چل رہی ہیں اور ہر کوئی ان آندھیوں کی لپیٹ میں ہے مگر مردِ حق کا دل ان آندھیوں سے اثر نہیں لیتا

کیونکہ اس کے دل کا رابطہ اوپر قائم ہوگیا ہے، لہٰذا اب اس پر وہ کیفیات اتر رہی ہیں جو ملاء اعلیٰ میں اترا کرتی ہیں۔

اس کیفیت کے پیش نظر اللہ رب العزت نے فرمایا:

وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ.

جب تمہارا تعلق ملاء اعلیٰ سے جڑ گیا اور پھر تم اس پر ثابت قدم رہے تو تمہیں طہارتِ باطنی نصیب ہوگی اور پھر تمہاری نگاہ بھی بھٹک نہیں سکے گی۔۔۔ دل اور نفس غلاظت و پلیدی سے پاک ہوجائیں گے۔۔۔تمہاری پاکیزگی اور تقویٰ پر کوئی داغ نہیں آئے گا۔۔۔ اس دنیا کے اثرات پھر تمہارے دلوں کو متاثر نہیں کریں گے۔۔۔ اللہ تمہیں ایسی ثابت قدمی عطا کردے گا کہ جس کے بعد اگر دنیا میں تمہاری مخالفت بھی ہو، مزاحمت بھی ہو، سازشیں بھی ہوں الغرض جو کچھ بھی دنیا میں ہوتا پھرے اس سے ساری دنیا کے لوگوں کے قدم تو اکھڑ سکتے ہیں اور راہِ راست سے ہٹ سکتے ہیں مگر جس کا دل ملاءِ اعلیٰ کی دنیا سے جڑ گیا ہے، اس کے قدموں کو کوئی ڈگمگا نہیں سکتا اور نہ ہی متزلزل کرسکتا ہے۔

لہٰذا جب تمہارا تعلق ملاء اعلیٰ سے جڑ جائے گا تو اس مقام پر اپنے رب سے جو مدد چاہو گے اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ کے مصداق وہ تمہیں ضرور عطا کرے گا اور یہ ساری امداد ملکوتی امداد ہوگی جس میں فرشتے بھی آئیں گے۔ مگر شرط یہ ہے کہ تم اپنا سفر جاری رکھنا۔

ملکوتی امداد کے بعد ربانی معیت کی نوید

اس ملکوتی امداد کے بعد روحانیت کے مسافر کو اس سے بھی بڑھ کر عطا حاصل ہوتی ہے۔ اس حوالے سے اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ.

پہلے فرشتے ملکوتی امداد لے کر اترتے تھے مگر جب اللہ کا بندہ روحانیت میں ترقی جاری رکھتا ہے تو پھر ایک مقام آتا ہے کہ بندے کو ملکوتی امداد سے بڑھ کر اب لاہوتی و جبروتی امداد حاصل ہوتی ہے۔ جب بندہ جبروتی و لاہوتی دائرے میں جاتا ہے تو حکم ہوتا ہے:

اِنِّيْ مَعَكُمْ (بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں)

فرشتو! اب تک میرے بندے کی مدد کے لیے تم تھے مگر اب میرے بندے کو بتادو کہ اب تمہارا رب خود تمہاری مدد کو آرہا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ براہِ راست اپنی مدد سے نوازتا ہے۔ جب بندے کو بالواسطہ اور بلا واسطہ بھی اللہ کی مدد نصیب ہوجائے تو اس بندے کے قدموں کو کوئی متزلزل نہیں کرسکتا۔

جب اللہ کی معیت نصیب ہوجائے تو اس کے بعد کیا کیفیت ہوتی ہے؟ ارشاد فرمایا:

فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ.

بندے پر اللہ کی مدد نازل ہونے سے قبل بندہ ناتمام ہوتا ہے، اس کے ہاتھ میں کچھ نہیں ہوتا۔ طاقت، افرادی قوت اور اسلحہ تھوڑا ہوتا ہے، وسائل اور اسباب کم ہوتے ہیں مگر اللہ کی مدد نازل ہونے کے بعد کمی ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ مخالفوں کے دلوں میں اس کا رعب طاری کر دیتا ہے۔ اس کے پاس وسائل و اسباب اور اسلحہ تھوڑا ہوتا ہے مگر دشمن کو یہ سب زیادہ بھاری تعداد میں دکھائی دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دشمن آنکھ اٹھاتے ہوئے گھبراتا ہے۔ دشمن کی گھبراہٹ اور اس کے دل پر رعب کا طاری ہوجانا فیضانِ محمدی ﷺ ہی کے سبب ہوتا ہے۔ اب اللہ کے بندوں پر نازل ہونے والی امداد عالمِ ملکوت سے بھی بڑھ کر عالمِ جبروت کی امداد بن جاتی ہے۔

دائمی اور حقیقی زندگی کے حصول کا راز

یہ سارے راستے بندے پر اس وقت کھلتے ہیں جب بندہ ایک شرط پوری کرے۔ وہ شرط کیا ہے؟ فرمایا:

يٰٓـاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ. (الانفال، ۸: ۲۴)

’’اے ایمان والو! جب (بھی) رسول (ﷺ) تمہیں کسی کام کے لیے بلائیں جو تمہیں (جاودانی) زندگی عطا کرتا ہے تو اللہ اور رسول (ﷺ، دونوں) کی طرف فرمانبرداری کے ساتھ جواب دیتے ہوئے (فوراً) حاضر ہو جایا کرو‘‘۔

وہ شرط یہ ہے کہ جدھر اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے بلایا ہے اس بلاوے پر بندہ لبیک کہہ دے اور اسے ہی دائمی اور حقیقی زندگی سمجھے۔ اپنی زندگی کی حقیقت اللہ کے امر کی تعمیل اور رسول اللہ ﷺ کے حکم کی اطاعت و اتباع میں سمجھے۔ تب وہ حقیقی زندگی

کا راز سمجھ لے گا اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ اسے روحانی زندگی عطا فرماتے ہوئے نفسانی گھر سے نجات عطا کرتا ہے۔

ہماری حالت یہ ہے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام روزانہ سنتے ہیں مگر ہمارا یقین اتنا کمزور ہے کہ ہم ان میں اپنی زندگی اور حیات کا راز مضمر نہیں جانتے۔ ہمارا یقین متزلزل ہے، نفسانیت اور خواہشات سے نکلنے کو جی نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم ﷺ کے واسطہ اور زبان سے جو وعدہ کیا ہے، اس وعدے پر ہمارا یقین و اعتقاد کامل نہیں۔ اس پر ہمیں شک رہتا ہے کہ ہاں، قرآن میں تو بیان ہے لیکن معلوم نہیں ملے گا بھی یا نہیں۔۔۔؟ اتنے اونچے اونچے وعدے قرآن میں تو ہیں لیکن پتہ نہیں میرے نصیب میں آئیں گے یا نہیں۔۔۔؟ اس شک میں انسان کی ساری زندگی گذر جاتی ہے اور وہ نفس کی قید سے چھٹکارا حاصل نہیں کرسکتا۔

لوگو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمان کو حق جانو اور ان کے بلاوے پر لبیک کہو۔ زندگی گذرتی جارہی ہے، حیاتِ مستعار کا زیادہ عرصہ گذر گیا اور تھوڑا عرصہ باقی رہ گیا ہے۔ کچھ خبر نہیں کہ زندگی ادھار دینے والا کسی وقت واپس بلالے اور ادھار کی مدت ختم ہوجائے۔ یہ وقت ہے کہ ہم اس کے بلاوے پر سچے دل اور روح کی اتھاہ گہرائیوں سے لبیک کہہ دیں اور اس یقین کو پختہ کرلیں کہ ہمیں حقیقی زندگی، حقیقی عزت، حقیقی راحت، حقیقی لذت اور حقیقی ترقی نفسانی گھر میں رہنے سے نہیں بلکہ روحانی گھر میں منتقل ہونے اور اللہ کی طرف سفر کرنے سے نصیب ہوگی۔ وہ لذتیں اور راحتیں جن کا اللہ رب العزت نے ہم سے وعدہ فرمایا، ان لذتوں اور راحتوں سے بہتر دنیا میں نہ کوئی اور لذت ہے، نہ کوئی چاہت ہے اور نہ ہی کوئی زندگی ہے۔

حقیقی وطن کی طرف مراجعت

ہماری روح ہمارے وجود کے پنجرے میں تڑپ تڑپ کر یہی بات ہمیں کہنا چاہتی ہے مگر افسوس! ہم اس روح کی بات کو سننے کے لیے تیار نہیں۔ روح پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ بندے اس دنیا میں تو پردیسی ہے، یہ تیرا دیس نہیں جسے تو دیس سمجھ بیٹھا ہے۔ تیرا وطن تو وہ تھا جہاں تو زیادہ عرصہ گزار چکا۔ وطن وہ نہیں ہوتا جہاں انسان صرف چند سالوں کے لیے رہے، یہ دنیا ہمارا اصل وطن نہیں بلکہ ہم یہاں صرف پیدا ہوئے ہیں جبکہ ہماری حقیقی و روحانی پیدائش اس دنیا میں نہیں ہوئی۔ یہاں تو ہمارے اس وجود کے مادی تن کی پیدائش ہوئی ہے۔ ہمارے من اور روح کی پیدائش تو کسی اور جگہ ہوئی تھی، اس دنیا میں تو پچاس، ساٹھ یا سو برس کی ایک مستعار مدت ہے جو ہم گزارتے ہیں مگر اِس گھر میں آنے سے پہلے اُس گھر میں ہم طویل مدت گزار کر آئے ہیں اور مرنے کے بعد وہاں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پلٹ کر چلے جانا ہے اور قیامت کے دن تک وہاں آرام کرنا ہے وہ عالم ہمارا وطن ہوا نہ کہ یہ عالم جہاں مختصر قیام ہے۔ یہاں تو چند دنوں کے لیے ہماری پوسٹنگ ہوئی ہے اور کچھ عرصے کے بعد ٹرانسفر ہوکر واپس اپنے وطن کی طرف چلے جانا ہے۔

روح کہتی ہے کہ اے بندے! اپنے اصل وطن اور دیس کو پہچان۔۔۔ تیرا وہ دیس اچھا تھا جہاں تجھے اللہ کا پڑوس میسر تھا۔۔۔ جہاں ملائکہ کا قرب میسر تھا۔۔۔ جہاں ہر وقت برکتوں، رحمتوں اور انوار وتجلیات کا نزول ہوتا تھا۔۔۔ خدا کی قربتیں اور اچھی سنگتیں تھیں۔۔۔ وہاں نہ کوئی حرص و لالچ تھا اور نہ کوئی کسی سے حسد کرتا تھا۔۔۔ نہ تکبر و رعونت تھی اور نہ غیبت، چغلی، سازش اور منافقت تھی۔۔۔ ہر کوئی مومنانہ، پاکیزہ اور ملکوتی زندگی گزارتا تھا۔

اے بندے! تو اس گھر میں آگیا کہ تیرے چاروں طرف غیبت، حسد، تکبر، دنیا کی لالچ، مکرو فریب اور جھوٹ کی آندھیاں ہیں۔۔۔ یہاں انسان اپنی ذات سے بھی دھوکہ کرتا ہے پھر خدا اور دنیا سے بھی دھوکہ کرتا ہے۔۔۔ اس مکرو جھوٹ اور دجل وفریب کی دنیا اور اس گندے پردیس سے محبت چھوڑ اور پلٹ کر اپنے دیس اور اپنے وطن کو پہچان۔

مگر افسوس! ہم روح کی تڑپ کو سننے کیلئے تیار نہیں۔ کاش! ہم اس روح کی تڑپ اور اس کے رونے دھونے کی آواز کو سن لیں۔

اولیاء وصلحاء کی تعلیمات کا خلاصہ

اولیاء، صوفیاء اور عشاق ہمیشہ انسان کو اصل وطن کی طرف مراجعت اور اس دنیا سے کنارہ کشی ہی کا درس سناتے چلے آئے ہیں۔ مولانا رومؒ نے بھی یہی درس دیا ہے۔ فرماتے ہیں:

بشنو از نے چوں حکایت می کند
وز جدائی ھا شکایت می کند

مولانا رومؒ نے روح کو بانسری سے تشبیہ دی ہے۔ فرماتے ہیں کہ اس روح کی پکار کو سنو! یہ روح کی بانسری کیوں چیخ اور تڑپ رہی ہے۔۔۔؟ کس کا رونا رو رہی ہے۔۔۔؟ کیسی حکایت سنارہی ہے۔۔۔؟ اس کو بھی سنو۔ جب اس کو سنتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ یہ اپنے اصل وطن سے ہجر اور فراق کی داستان سناتی ہے۔ یہ روتی ہے کہ میرا وطن اللہ کی قربت میں عالمِ ارواح تھا۔۔۔ وہاں میں ذاتِ حق کی قربت میں رہتی تھی۔۔۔ ذکروفکر میں رہتی تھی۔۔۔ ذاتِ حق کی معرفت و مشاہدے میں رہتی تھی۔۔۔ ہائے! میرے ساتھ کیا ہوا۔۔۔؟ کسی نے مجھے اس ملکوتی درخت سے توڑ کر اس جسم کے پنجرے کی قید میں بند کردیا۔۔۔ مجھے یہاں خدا کی محبت نہیں ملتی۔۔۔ ذکروفکر، اس کے مشاہدے اور ملکوتی انوار نہیں ملتے۔۔۔ دائیں بائیں جدھر کان لگاتی ہوں کوئی مال کی بات کرتا ہے تو کوئی دکان کی بات کرتا ہے۔۔۔ کوئی تجارت میں پھنسا بیٹھا ہے تو کوئی بال بچوں کی بات کرتا ہے۔۔۔ کوئی ہوا و ہوس کی بات کرتا ہے اور کوئی طاقت و سلطنت کی بات کرتا ہے۔۔۔ یہ کیا بولیاں بولتے ہیں، ان کی بولی میری سمجھ میں نہیں آتی۔۔۔ اور میرا رونا ان کی سمجھ میں نہیں آتا۔۔۔ میرا رونا یہ ہے کہ میں اپنے وطن سے کیوں جدا ہوگئی۔۔۔؟ اور جدائی بھی ایسی کہ اب تو یہ بھی یاد نہیں رہا کہ میرا وطن کوئی تھا بھی یا نہیں تھا۔۔۔؟ اکبر الہ آبادی نے کہا تھا:

کچھ نہ پوچھ کہ ہمنشیں میرا نشیمن تھا کہاں
اب تو یہ کہنا بھی مشکل ہے وہ گلشن تھا کہاں

وہ باغ و بہار گئے۔۔۔ لذاتِ لیل و نہار گئے۔۔۔ وہ قربتِ الٰہیہ کے وجدان گئے۔۔۔ وہ معرفتِ الٰہیہ اور دیدارِ حق کے پرلطف نظارے گئے۔۔۔ وہ وطن نہ رہا، وہ گلشن نہ رہا۔ روح اسی کو یاد کرکے روتی اور تڑپتی ہے۔ اس کیفیت کی مولانا روم یوں منظرکشی کرتے ہیں:

کز نیستان تا مرا ببریدہ اند
از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند

(بانسری کہتی ہے کہ) جس دن سے مجھے بانس کے درخت سے کاٹ دیا گیا، تب سے میں اپنے اصل وجود سے جدا ہوگئی، میری رونق اور میری زندگی مجھ سے چھن گئی۔

روح کی بانسری بھی یہی رونا رو رہی ہے کہ جس دن سے مجھے ملکوتی وطن سے جدا کردیا گیا، اپنی سنگت اور اپنی صحبت سے جدا کردیا گیا، اس وقت سے مَیں ناسوت میں قید ہوکر رہ گئی ہوں۔ جدائی کے دن سے لے کر آج تک رو رہی ہوں۔ لوگوں کو میرے رونے کی سمجھ تو نہیں آتی مگر میری نالہ و فغاں سن کر کچھ سمجھ والے لوگ رو پڑتے ہیں کہ یہ اتنا کیوں روتی ہے؟ اس کے ساتھ کیا بیت گیا؟ مگر:

؎ مَیں کس کو سناؤں اپنا غم کہ کوئی غمخوار نہیں

مولانا رومؒ روح کی زباں میں فرماتے ہیں:

سینہ خواھم شرحہ شرحہ از فراق
تا بگویم شرح شرح درد اشتیاق

(روح کہتی ہے کہ) میں اپنا رونا دھونا، اپنی داستانِ غم سنانا چاہتی ہوں مگر کس کو سناؤں۔۔۔؟ میرے ہجر و فراق کے غم کی داستان اور میرا رونا دھونا سننے کے لیے کاش کوئی ایسا سینہ ملے جو ہجر و فراق میں پھٹ چکا ہو۔۔۔ جو محبوب سے جدا کردیا گیا ہو۔۔۔ جو اپنے محبوب کے ہجر و فراق کی آگ میں جل رہا ہو۔۔۔ وہ سینہ جس پر محبوب کے فراق کا آرا چلا کر ٹکڑے ٹکڑے کردیا گیا ہو اور وہ ریزہ ریزہ ہوگیا ہو، پھٹ کر چیتھڑے ہوگیا ہو۔ ایسے سینے کو خبر ہوگی کہ ہجر وفراق کیا ہوتا ہے۔۔۔؟ روح کہتی ہے کہ مجھے کوئی ہجر و فراق میں پھٹا ہوا سینہ ملے تو میں بھی اپنے غم کی داستان اس کو سناؤں تاکہ اسے میرے غم کی سمجھ آئے۔

آیئے! روح جو اپنے غم کی داستان سنارہی ہے اور ہمیں پکار پکار کر اس پردیس سے بلاکر واپس اصل دیس کی طرف لے جانا چاہتی ہے، ہم روح کی اس پکار کی طرف متوجہ ہوں اور نفسانیت کے گھر سے نکل کر روحانیت کے گھر کی طرف عازمِ سفر ہوں۔

آیئے! ہم مل کر یہ عہد کریں اور اللہ تعالیٰ سے ایسی توفیق اور مدد طلب کریں کہ وہ ہمیں اس پردیس کی محبت سے نکال کر پھر اسی حقیقی دیس کی طرف عازم سفر کردے اور ہم اس ناسوتی اور نفسانی گھر سے نکل کر پھر اسی ملکوتی، جبروتی، لاہوتی اور روحانی گھر کی طرف روانہ ہوجائیں۔ ❁❁❁❁❁

الفقہ: آپ کے شرعی مسائل

عصرِ حاضر اور مقاصدِ اعتکاف

اعتکاف کا مقصد نفس کی اصلاح، برائیوں سے اجتناب ہے

مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی

سوال: اجتماعی اعتکاف کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: اعتکاف میں اجتماعی نوعیت کے معاملات کے جواز اور عدمِ جواز میں اختلاف کی بنیادی وجہ اعتکاف کے معنی کی تعیین میں اختلاف ہے۔ نامور فقیہ علامہ ابن رشد فرماتے ہیں:

’’جس نے اعتکاف کا معنی مسجد میں مخصوص افعال پر اپنے نفس کو روک لینا سمجھا، اس نے معتکف کے لیے صرف نماز اور قراءتِ قرآن کو مشروع قرار دیا؛ اور جس نے اعتکاف سے مراد نفس کو دوسروں کے قرب سے بچائے رکھنا لیا اس نے لوگوں سے میل جول کے علاوہ ان تمام امور کو مشروع قرار دیا۔‘‘

(ابن رشد، بدایۃ المجتہد، ۱: ۳۱۲)، (ابن ہمام، فتح القدیر، ۲: ۳۹۶)

انفرادی اور اجتماعی نوعیت کے امور کا فرق

معتکف کے لئے نماز، تلاوتِ قرآن اور ذکر و اذکار جیسی انفرادی عبادات تو متفقہ طور پر جائز ہیں اور ان میں کسی نوع کا اختلاف نہیں ہے۔ لیکن جمہور علماء کرام نے دوسروں سے میل ملاپ والی متعدی یا اجتماعی نوعیت کی عبادات کو بھی انفرادی عبادات کی طرح مشروع اور بعض صورتوں میں لازم قرار دیا ہے۔ ان اجتماعی عبادات میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر، سلام کا جواب دینا، اِفتاء و اِرشاد اور اس طرح کے دیگر امور شامل ہیں۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ ان اُمور میں زیادہ وقت صرف نہ ہو۔

جہاں تک ایسے امور کا تعلق ہے جن میں زیادہ وقت صرف ہوتا ہے۔ مثلاً درس و تدریس، علماء کا دینی امور میں مناظرہ و مباحثہ اور درسِ قرآن و حدیث وغیرہ۔ تو ان امور کی مشروعیت میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے، مگر فقہ حنفی اور فقہ شافعی میں معتکف کے لیے اِن اُمور کو شرعاً جائز قرار دیا گیا ہے۔

(ابن ہمام، فتح القدیر، ۲: ۳۹۶)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

وَکَانَ یُخْرِجُ رَأْسَهُ اِلَيَّ وَهُوَ مُعْتَکِفٌ، أَغْسِلُهُ وَ أَنَا حَائِضٌ. (بخاری، الصحیح، کتاب الحیض، ۱: ۱۱۵، الرقم: ۲۹۵)

’’حضور نبی اکرم ﷺ حالتِ اعتکاف میں اپنا سر میری طرف نکال دیتے تو میں حالتِ حیض میں بھی آپ ﷺ کا سراقدس دھو دیتی۔‘‘

علامہ خطابی اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فان الاشتغال بالعلم و کتابته اهم من تسریح الشعر.

(زین الدین عراقی، طرح التثریب فی شرح التقریب، ۴: ۱۷۵)

’’بلا شبہ علم میں مصروفیت اور اس کی کتابت بالوں کے سنوارنے سے زیادہ اہم ہے۔‘‘

لہٰذا دورانِ اِعتکاف تعلیم وتعلم اور درس و تدریس جیسے اُمور بجا لانا بہتر ہے تاکہ اِسلام کے اُس آفاقی حکم پر بھی عمل ہو جو آقا ﷺ کو پہلی وحی میں دیا گیا تھا اور جس کی بے پناہ تاکید قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ میں وارد ہوئی ہے۔

اِعتکاف میں حسبِ ضرورت خرید و فروخت اور لین دین بھی درست ہے، لیکن اِس میں شرط یہ ہے کہ معاملہ ایجاب و

قبول کی حد تک ہو اور سامانِ تجارت مسجد سے باہر ہو۔ یہاں اِس اَمر کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ اَشیاء کی نقل وحرکت کا ممنوع ہونا مسجد کے تقدس کی وجہ سے ہے نہ کہ اعتکاف کی وجہ سے۔ اس سلسلے میں امام شافعی 'الام' (۱۰۵:۲) میں فرماتے ہیں:

''معتکف کے لئے خرید وفروخت، حسبِ ضرورت کپڑے سلائی کرلینے، علماء کی مجلس میں بیٹھنے اور ایسی گفتگو کرنے کہ جس میں گناہ کا کوئی پہلو نہ ہو، کوئی حرج نہیں۔''

لہٰذا جب معتکف کاروبار کرسکتا ہے، حسبِ ضرورت کپڑے سی سکتا ہے تو اس کے لیے حصولِ علم تو بدرجہ اَولی بہتر ہوگا۔ اور حصول علم وہ کارِ خیر ہے جس میں شرکت کو حضور نبی اکرم ﷺ نے بھی ترجیح دی ہے۔

عصرِ حاضر اور مقاصدِ اعتکاف

اس میں شک نہیں کہ اعتکاف کا مقصد نفس کی اصلاح، برائیوں سے اجتناب اور خلوت کا حصول ہے۔ مگر یہ بھی ایک قابلِ لحاظ امر ہے کہ کوئی بھی عمل جب تک کسی مستحکم بنیاد پر قائم نہ ہو، ثمر آور اور دیرپا نہیں ہوسکتا۔ اور علم ہی کسی عمل کو مستحکم بنیاد فراہم کرسکتا ہے۔ اسی مقصد کے حصول کے لئے دورانِ اعتکاف تعلیم وتعلم کو ایک اجتماعی عمل ہونے کے باوجود تمام ائمہ فقہ نے جائز قرار دیا ہے کیونکہ بغیر علم کے ریاضت ومجاہدہ کسی منزل تک نہیں پہنچا سکتا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فَقِيهٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ.

(ابو داود، السنن، باب فضل العلماء والحث ...، ۱:۸۱، رقم:۲۲۲)

''ایک فقیہ، شیطان پر ایک ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔''

ہماری اجتماعی صورتِ اَحوال اور دور حاضر کے تقاضوں کے پیش نظر اعتکاف میں فرد کی تربیت اور اصلاح معاشرہ سے تعلق رکھنے والے اجتماعی اُمور مجرد وظائف اور تسبیحات سے زیادہ اہم اور ضروری ہو چکے ہیں۔ ویسے بھی جب معاشرہ کلیتاً برائی اور بے راہ روی کا شکار ہو تو اس صورت میں اَحکام بدل جاتے ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى لَا يُعَذِّبُ الْعَامَّةَ بِذَنْبِ الْخَاصَّةِ. وَلٰكِنْ اِذَا عُمِلَ الْمُنْكَرُ جِهَارًا اسْتَحَقُّوا الْعُقُوبَةَ كُلُّهُمْ. (مالک، الموطا، ۲:۹۹۱، رقم:۲۳)

''بے شک اللہ تعالیٰ خاص لوگوں کے گناہوں کے سبب عامۃ الناس کو عذاب نہیں دیتا۔ لیکن جب اِعلانیہ برائی کی جانے لگے تو (خاص و عام) سب لوگ بلا امتیاز عذاب کے مستحق بن جاتے ہیں۔''

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ فلاں فلاں شہر کو اس کے باشندگان سمیت پلٹ دو (تباہ و برباد کر کے رکھ دو)۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! ان میں تیرا وہ بندہ بھی ہے جس نے آنکھ جھپکنے کے برابر بھی تیری نافرمانی نہیں کی۔ اِس پر رب تعالیٰ نے فرمایا:

اَقْلِبْهَا عَلَيْهِمْ، فَاِنَّ وَجْهَهُ لَمْ يَتَمَعَّرْ فِيَّ سَاعَةً قَطُّ.

(بیہقی، شعب الایمان، ۶:۹۷، رقم:۷۵۹۵)

''اس شہر کو ان پر پلٹ دے کیونکہ اس شخص کا چہرہ کبھی ایک گھڑی بھی میری خاطر (برائی کو دیکھ کر) متغیر نہیں ہوا۔''

اس حدیثِ مبارکہ میں مجرد ذکر وعبادت میں مشغولیت کی وجہ سے مخلوقِ خدا کے اَحوال کی درستگی سے عدم دل چسپی پر وعید بیان کی گئی ہے۔ دعوت وتبلیغ کا یہ فریضہ اُسی وقت ممکن ہو سکتا ہے جب انسان انفرادی ذکر واَذکار کو ہی کُل نہ سمجھے بلکہ دعوت وتبلیغ اور اصلاحِ اَحوالِ اُمت کے نبوی فریضہ کو بھی عبادت جانتے ہوئے اپنے معمولات میں سے اسے خصوصی وقت دے۔ اس لئے تعلیم وتعلم، قرآن سیکھنے سکھانے اور اصلاح نفس جیسے دیگر امور جن کا تعلق دیگر افراد سے ہو، اعتکاف میں جائز اور مستحسن ہیں؛ اور یہی راجح قول ہے۔

معمولاتِ شہرِ اعتکاف

اجتماعی اعتکاف میں باقاعدہ نظام الاوقات کے تحت نماز پنجگانہ، تہجد، چاشت، اوّابین، اوراد و وظائف، حمد ونعت خوانی، دروس ہائے قرآن وحدیث، حلقہ ہائے فقہ وتصوف، تربیتی لیکچرز، خوفِ خدا، فکرِ آخرت، اللہ اور رسول ﷺ کی محبت کی شمع دلوں میں فروزاں کرنا، جدید ترین علمی و روحانی پیچیدگیوں کا قرآن وسنت اور عقل سلیم کی روشنی میں تسلی بخش حل بتایا جاتا ہے۔ انفرادی

اعتکاف میں اِن تمام فوائد کا حصول ممکن نہیں ہوتا۔

اجتماعی اعتکاف میں اوراد و اذکار، درود و سلام، گریہ و زاری، توبہ و استغفار اور عبادت کی زبانی ہی نہیں بلکہ عملی مشق کروائی جاتی ہے۔

اجتماعی اعتکاف میں چند دن کے فیوض و برکات کی رحمت و برکت، تعلیم و تربیت اور ذوق وشوق کے وہ نقوش قلب و ذہن پر منقش ہو جاتے ہیں جن سے قلب و ذہن کے آئینے ہمیشہ چمکتے دمکتے رہیں گے۔ تنہا اعتکاف میں یہ سب کچھ کہاں میسر ہوتا ہے۔

سب سے بڑھ کر مجددِ رواں صدی شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے علمی و فکری اور روحانی موضوعات پر مشتمل خطبات و دروس حاضرین و سامعین کی ذہنی و باطنی جلا کا سامان فراہم کرتے ہیں اور ان کے تزکیہ قلوب ونفوس کی راہ ہموار کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ بات بلامبالغہ کہی جا سکتی کہ تحریک منہاج القرآن ایک تجدیدی تحریک ہونے کے ناطے عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق اِعتکاف کا صحیح تصور عوام کے سامنے پیش کر رہی ہے۔

سوال: کفارہ کسے کہتے ہیں اور روزوں کے کفارہ ادا کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: شریعت نے کفارہ کو مکلّف پر دنیا وآخرت میں گناہوں کو مٹانے کے لئے واجب کیا ہے۔ کفارہ کا حکم عموماً روزے رکھنے، غلام آزاد کرنے، مساکین کو کھانا کھلانے یا انہیں لباس فراہم کرنے پر مشتمل ہے۔

روزے کا کفارہ ساٹھ روزوں کی شکل میں ادا کرنا ہو تو مسلسل ساٹھ روزے بلا ناغہ رکھے جائیں مثلاً روزے قمری مہینے کی پہلی تاریخ سے شروع کیے گئے ہیں تو اس پورے مہینے اور اس کے بعد دوسرے قمری مہینے کے روزے رکھے۔ اگر روزے قمری مہینے کے وسط سے شروع کیے گئے تو اس مہینے کو پورا کر کے اگلا سارا مہینہ روزے رکھنے کے بعد تیسرے مہینے میں اتنے دن روزے رکھے کہ پہلے مہینے کے دن ملا کر تیس دن پورے ہوجائیں۔ ضروری ہے کہ دو ماہ کے روزے مسلسل ہوں، اگر ایک دن کا بھی روزہ چھوٹ گیا تو پھر دوبارہ ساٹھ روزے رکھنے ہوں گے۔

البتہ عورت کے حیض کے دنوں میں جتنے روزے چھوٹ جائیں وہ شمار نہیں ہوں گے بلکہ وہ حیض سے پہلے اور بعد والے روزے ملا کر ساٹھ روزے پورے کرے۔ کفارہ ادا ہوجائے گا۔

روزے کا کفارہ مساکین کو کھانا کھلانے کی شکل میں ہو تو شریعت میں ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی مقدار ساٹھ دنوں تک اور دو وقت کا پیٹ بھر کر کھانا کھلانا ہے۔ بصورتِ دیگر ساٹھ مسکینوں کو فی آدمی دو کلوگرام گیہوں یا اس کی قیمت یا قیمت کے برابر چاول، باجرہ، جوار (یا کوئی سا اناج) بھی دیا جاسکتا ہے۔

علاوہ ازیں کفارہ ادا کرنے والے پر یہ بھی واجب ہے کہ مساکین میں وہ لوگ شامل نہ ہوں جن کا نفقہ اس کے ذمہ ہے مثلاً اس کے والدین، دادا یا بیٹے، پوتے اور بیوی وغیرہ۔

اگر کوئی چاہے تو ایک روزے یا کئی روزوں کا کفارہ ایک ہی مسکین کو اکٹھا دے سکتا ہے۔ چاہے تو کئی روزوں کا کفارہ یکبارگی بھی دے سکتا ہے۔

سوال: مرنے والے کے ذمے فرض یا واجب روزہ ہو تو اُس کی طرف سے روزہ قضا کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: مرنے والے کے ذمے اگر فرض یا واجب روزہ ہو اور اسے اپنی حیات میں قضاء کا موقع میسر نہ آیا ہو علاوہ ازیں وہ مالدار بھی ہو تو جتنے روزے رہ گئے ہوں اتنے روزوں کے فدیہ کی وصیت کر جائے تاکہ اس کے مال سے فدیہ ادا کر دیا جائے۔ اس وصیت پر عمل واجب ہوگا۔ اگر وصیت نہیں کی تو ورثاء اپنی طرف سے فدیہ ادا کر دیں، تو بھی فدیہ ادا ہو جائے گا۔ فدیہ فی روزہ، صدقہ فطر کے برابر ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامُ شَهْرٍ، فَلْيُطْعَمْ عَنْهُ مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ مِسْكِينٌ

(ابن ماجہ، السنن، کتاب الصیام، باب من مات و علیہ صیام رمضان قد فرط فیہ، ۲: ۳۶۶، رقم: ۱۷۵۷)

’’جو شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمے ایک ماہ کے روزے ہوں، تو اس کے ہر روزے کے بدلے میں ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے۔‘‘

لیکن اگر مرنے والا مالدار نہ تھا اور اس کے ورثاء بھی فدیہ ادا نہ کر سکیں تو اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا، مہربان ہے۔

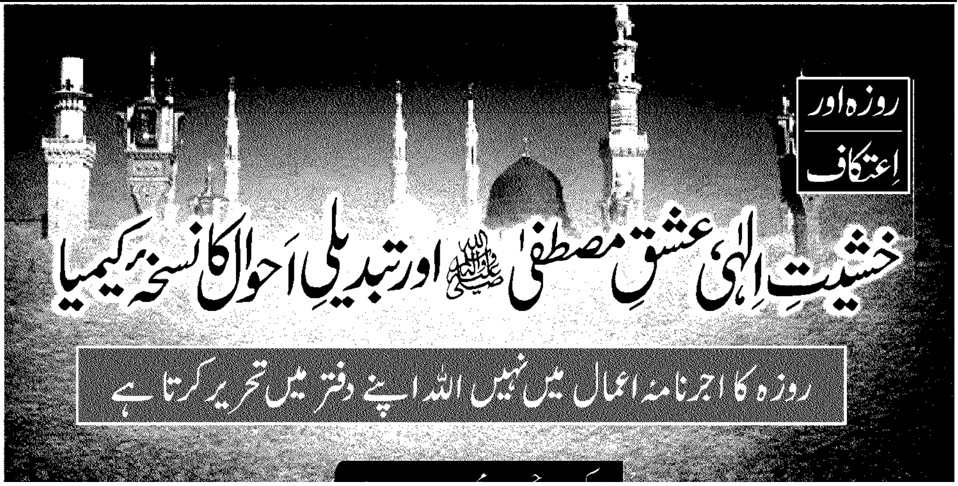

رمضان المبارک کا مقدس مہینہ اپنے اندر اللہ تعالیٰ کی لامحدود رحمتیں اور بے پایاں برکتیں سمیٹے ہوئے ہم پر سایہ فگن ہے۔ مومنین اللہ تعالیٰ کی رحمتیں حاصل کرنے کے لیے اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر رہے ہیں اور شب و روز عبادات میں مصروفِ عمل ہیں۔ روزے کا مقصد کیا ہے؟ اور اس مقصد کو حاصل کرنے والے کو اللہ رب العزت کی بارگاہ سے کیا اجرو ثواب عطا کیا جاتا ہے؟ زیرِنظر صفحات پر ہم اسی امر کو واضح کرنے کی کوشش کریں گے:

روزے کا مقصد تقویٰ کا حصول ہے

روزہ ایک بدنی عبادت ہے جو تقویٰ اور رضائے الٰہی کے حصول کا اہم ذریعہ ہے۔ رضائے الٰہی کا حصول ہی مطلوب و مقصودِ مومن ہے۔ گویا دینِ اسلام کا تیسرا رکن 'روزہ' مقصود اور مطلوب تک رسائی حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے روزے کی مقصدیت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ○ (البقرة، ۲: ۱۸۳)

”اے ایمان والو! تم پر اسی طرح روزے فرض کیے گئے ہیں، جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ○“

اللہ تعالیٰ نے يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کے الفاظ کے ذریعے تقویٰ کی نعمت کے حصول کو ایمان کی نعمت سے مشروط فرما دیا ہے کہ یہ نعمت صرف اُسے ملے گی جس کے دل میں ایمان موجود ہوگا۔ گویا اللہ تعالیٰ جب کسی کو اپنی خاص نعمت کے لیے منتخب فرمانا چاہتا ہے تو اُس کے لیے بندہ بھی خاص ہی چنتا ہے۔ روزے کے ذریعے تقویٰ کی نعمت عطا فرمانے کے لیے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے اہل ایمان کا انتخاب کرتا ہے اور پھر اُن کے ظرف کا معیار دیکھتا ہے۔ وہ ایسا دل دیکھتا ہے کہ جس میں ایمان کا نور تابانیاں بکھیر رہا ہوتا کہ وہ اس نعمت کو بخوبی سنبھال سکے۔

روزے کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا: 'تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ'۔ یعنی اس مجاہدہ کا مقصد یہ ہے کہ تم اللہ سے ڈرنے والے اور اس کی خشیت اختیار کرنے والے بن جاؤ۔

تقویٰ کیا ہے؟ اس کی سادہ اور بہترین تعریف امام ابوبکر محمد الروزباری نے کی ہے:

”تقویٰ اُن تمام چیزوں سے اجتناب کرنے کا نام ہے جو تمہیں اللہ سے دور کرتی ہیں“۔ (ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ۱۰: ۳۸۶)

گویا تقویٰ اور پرہیزگاری ہر اس شے سے دوری اختیار کرنے کا نام ہے جو رب کی یاد سے دور کر دے، ہر اُس محبت کو دل سے نکالنے کا نام ہے جو حبِ الٰہی کو دل سے نکال دے۔ گویا دنیاوی لذات اور شہواتِ نفسانی سے رک جانے کا نام تقویٰ ہے۔

روزے کا اجر

روزے کے اجر کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ ؓ سے نہایت خوب صورت حدیث مبارک مروی ہے۔ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعِفُ الْحَسَنَةَ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا، إِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ مَا شَاءَ اللهُ. يَقُولُ اللهُ: إِلَّا الصَّوْمَ، فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهٖ. يَدَعُ شَهْوَتَهُ وَطَعَامَهُ مِنْ أَجْلِي. لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ: فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهٖ، وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهٖ، وَلَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ.

(صحيح مسلم. مسند أحمد. سنن ابن ماجه)

''بنی آدم کے تمام اعمال کا بدلہ دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک - جتنا بھی اللہ چاہے - بڑھا دیا جاتا ہے سوائے روزہ کے کہ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: 'روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا اجر دوں گا کیونکہ روزہ دار میرے لیے اپنی خواہشات اور کھانا چھوڑتا ہے'۔ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں: ایک افطار کے وقت اور دوسری اپنے رب سے ملاقات کے وقت۔ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسند ہے''۔

بندے کی ہر نیکی کا اجر دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک اُس کے نامہ اعمال میں لکھ دیا جاتا ہے مگر روزہ ایک ایسا عمل ہے جس کا اجر اللہ تعالیٰ بندے کے نامہ اعمال میں نہیں، بلکہ اپنی بارگاہ میں موجود دفتر میں تحریر کرتا ہے۔ اسی لیے فرمایا کہ 'روزہ میرے لیے ہے اور اُس کی جزا میں ہی دیتا ہوں'۔

رمضان کے مہینے میں روزے دار اللہ کی خاطر کھانا پینا اور لذات وشہواتِ دنیا ترک کر دیتا ہے، گرمی کی شدت میں بھی بھوک اور پیاس کی صعوبتیں برداشت کرتا ہے، اللہ کی رضا کے حصول کے لیے تمام نفسانی، بدنی اور بشری شہوات کو پسِ پشت ڈال کر کبھی قیام، کبھی سجود اور کبھی رکوع کر رہا ہوتا ہے۔ اُسے قدم قدم پر لذاتِ دنیا اپنی طرف راغب کرتی ہیں؛ مگر وہ ان سب ترغیبات کی نفی کرکے اللہ کی چاہت کے حصول کے لیے سرگرداں ہوتا ہے۔ الغرض وہ سب کچھ اللہ کے لیے چھوڑ کر آتا ہے، لہذا جب اجر کی بات آتی ہے تو وہ فرماتا ہے کہ یہ بندہ خالصتاً میری رضا کے لیے روزہ رکھتا تھا، لہٰذا اسے اجر بھی میں خود ہی دوں گا۔

وہ اجر کیا ہے؟ اس کا ایک اشارہ اسی مذکورہ حدیث کے الفاظ میں اس طرح مذکور ہے کہ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہوتی ہیں جن سے اُسے فرحت ہوتی ہے۔ ایک راحت اُس وقت اسے ملتی ہے جب وہ افطار کر رہا ہوتا ہے اور دوسری راحت تب ملے گی جب وہ بارگاہِ الٰہی میں پیش ہوگا اور اُسے دیدارِ الٰہی کا جام پلایا جائے گا۔ گویا روزہ دار کا اجر یہ ہے کہ اُسے دیدارِ الٰہی سے نوازا جائے گا۔

یہاں پر یہ واضح کر دینا بھی لازم ہے کہ روزہ داروں کی بھی کئی اقسام ہیں۔ کوئی روزہ دار لذات وشہواتِ دنیا سے دور رہنے کے لیے روزہ رکھتا ہے، کوئی جنت کی طلب کے لیے روزہ رکھتا ہے اور کوئی دیدارِ الٰہی کے لیے روزہ رکھتا ہے۔ روزے دار کو حقیقی خوشی تب ہوگی جب وہ اپنے رب سے ملاقات کر رہا ہوگا اور یہی ملاقات دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے روزہ کا اجر ہوگی۔

اہل اللہ کا اِفطار اور عید

جنت میں کسی کی راحت جنت کی نعمتوں میں ہوگی تو کسی کی راحت جنت کی نہروں، غلمان اور حور وقصور میں ہوگی مگر کوئی ایسا بھی ہوگا کہ ان تمام راحتوں کی موجودگی میں بھی افسردہ بیٹھا ہوگا۔ جنت میں بھی اس شخص کی پریشانی کو دیکھ کر پوچھا جائے گا: اے میرے بندے! تیری افسردگی کا ماجرا کیا ہے؟ عرض کرے گا: مولا! میں دنیا کی لذتوں سے جدا ان جنتوں کے لیے تو نہیں ہوا تھا۔ میرا مطلوب ومقصود تو دیدارِ الٰہی تھا۔ پس ایسے طالب کو جب دیدارِ الٰہی سے فیض یاب کیا جائے گا تب ہی اسے راحت نصیب ہوگی۔

امام قشیری 'لطائف الاشارات (۱: ۱۵۲)' میں سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۱۸۳ کی تفسیر کے تحت بیان کرتے ہیں:

روزہ کی دو اقسام ہیں:

(۱) ظاہر کا روزہ (۲) باطن کا روزہ

واضح رہے کہ زبان، آنکھ، کان اور نفس کا بھی روزہ ہے اور قلب، روح، سر، سرالسر، خفی اور اَخفی کا بھی روزہ ہے۔ جو بندے ظاہر کا روزہ رکھتے ہیں انہیں اجر بھی ظاہر میں دیا جاتا ہے اور جو لوگ باطن کا روزہ رکھتے ہیں انہیں اجر بھی باطن میں دیا

جاتا ہے۔ جو لوگ سِر کا روزہ رکھتے ہیں تو انہیں اجر بھی راز میں دیا جاتا ہے اور وہ لوگ جو روح کا روزہ رکھتے ہیں تو ان کی روح کو اجر بھی روحانی مراتب کی بلندی کے ذریعے دیا جاتا ہے۔

اس کی تفصیل میں امام قشیری حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

صوموا لرؤيته، وافطروا لرؤيته.

اس حدیثِ مبارک کا ترجمہ علماء کے نزدیک یہ ہے کہ: ’’(رمضان کا) چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور (شوال کا) چاند دیکھ کر روزے رکھنا چھوڑ دو‘‘۔

یعنی علماء کے ہاں روزے دار کی عید تب ہوتی ہے جب شوال کا چاند نظر آتا ہے۔ امام قشیری اس حدیث کا ترجمہ عرفا کے مطابق یہ کرتے ہیں کہ عرفاء اور خواص کا روزہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہوتا ہے کیونکہ اُنہوں نے اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے، جہاں اُنہیں دیدارِ الٰہی کا جام پلایا جائے گا۔ لہٰذا اُن کا افطار اور ان کی عید تب ہوتی ہے جب اللہ تعالیٰ انہیں ملاءِ اعلیٰ پر اپنا دیدار کراتا ہے۔ فرماتے ہیں:

لرؤيته: عائدة عند أهل التحقيق إلى الحق سبحانه.

’’ہم خواص کے نزدیک رؤیت کی ضمیر اللہ ﷻ کی طرف لوٹتی ہے (کہ دیدارِ الٰہی کے بعد ہی روزہ افطار کرو)‘‘۔

یعنی اہل اللہ کا چاند تو رب کا دیدار ہوتا ہے۔ انہیں شوال کے چاند سے کوئی غرض نہیں۔ وہ ہمہ وقت باطنی روزے سے ہوتے ہیں اور اُن کا یہ مجاہدہ و ریاضت اور روزے اس وقت تک جاری رہتے ہیں جب تک انہیں اللہ کے دیدار کی دولت نصیب نہیں ہو جاتی۔

روزِ حشر روزہ دار کے لیے اَجر وثواب

امام بیہقی ’شعب الایمان (۳:۲۹۵، رقم: ۳۵۸۲)‘ میں ’روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا اجر دوں گا‘ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قیامت کے روز جب اللہ حساب لے رہا ہوگا تو بندے کے ظلم وستم کے بدلے میں اُس کے نیک اَعمال کو اُس کے نامہ اعمال سے منتقل کرکے مظلومین کے نامہ اعمال میں داخل فرمادے گا، یہاں تک کہ ظالم اور گناہ گار کے نامۂ اعمال میں روزے کے سوا کچھ بھی باقی نہ بچے گا، سب نیک اعمال مظلومین کے نامہ اعمال میں منتقل ہوچکے ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا کہ اسے جنت میں داخل کر دو۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا محض روزہ رکھنے کے ہی سبب اُس کے تمام گناہ، ظلم، عصیاں، نافرمانی، نقائص معاف کردیے گئے یا معاملہ کچھ اور ہے؟ درحقیقت اُس کی معافی کا سبب یہ ہے کہ وہ روزے اس حال میں رکھتا ہے کہ اس دوران وہ اولیاء وصلحاء کی صحبتوں کو بھی اختیار کرتا ہے۔ لہٰذا ان صحبتوں اور ان سے ملنے والے اثرات کی وجہ سے اس کے باطن میں تقویٰ و پرہیزگاری کا وہ نور پیدا ہوا جو اس کی بخشش کا سبب بن گیا۔

ابن رجب الحنبلی ’لطائف المعارف (ص:۳۷)‘ میں تحریر کرتے ہیں کہ سلف صالحین ہم سے کہا کرتے تھے:

طوبیٰ لمن ترک شهوة حاضرة لموعد غيب لم يره.

’’خوش خبری ہو اُس شخص کے لیے جس نے نظر آنے والی شہوات، لذات اور کھانے پینے کو اُس اجر کی خاطر چھوڑ دیا جو پردے کے پیچھے چھپا ہے‘‘۔

روزہ داروں کے مقامات و درجات

روزہ داروں کے اجر بھی مختلف ہوں گے اور اُن کے مقامات اور درجات بھی جدا جدا ہوں گے۔ عابدین، عارفین، عاشقین، محبین، اولیاء و صالحین اور اتقیاء میں سے ہر ایک کا روزہ ان کے روحانی اور باطنی حوالے کے مطابق مختلف ہوتا ہے۔ امام یعقوب بن یوسف الحنفی فرماتے ہیں:

آخرت میں اللہ والوں کو خوبصورت جام میں شرابِ طہور اور شہد کی نہروں سے گلاس بھر بھر کر پلائے جا رہے ہوں گے۔

اُس وقت اللہ رب العزت اپنے اولیاء سے یوں مخاطب ہوگا:

اے میرے اولیاء! جب بھی میں نے دنیا میں تم پر نظر ڈالی تو تمہارے ہونٹ پیاس کی وجہ سے خشک دیکھے۔ تمہاری آنکھوں کو ہمیشہ اپنی محبت میں اشک بار دیکھا اور تمہارے پیٹ کو بھوک کی شدت کی وجہ سے سکڑا ہوا دیکھا۔ آج کا دن تمہارا ہے۔ بہشت کی یہ تمام نعمتیں تمہارے لیے سجائی گئی ہیں۔

(ابن رجب، لطائف المعارف/١٥٨)

اُس وقت اللہ رب العزت فرما رہا ہوگا:

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـئًا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِo (الحاقة، ٦٩: ٢٤)

”خوب لطف اندوزی کے ساتھ کھاؤ اور پیو اُن (اَعمال) کے بدلے جوتم گزشتہ (زندگی کے) اَیام میں آگے بھیج چکے تھے۔“

☆ امام جلال الدین سیوطی ’الدر المنثور (١:٤٤١)‘ میں ابن ابی الدنیا کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

الصائمون تنفح من أفواههم ريح المسک، وتوضع لهم يوم القيامة مائدة تحت العرش، فيأكلون منها والناس في شدة.

”جب روزے دار قیامت کے دن آ رہے ہوں گے تو اُن کی سانسوں سے مشک کی خوشبو آ رہی ہوگی اور عرشِ الٰہی کے نیچے ان کے لیے ربِ دو جہاں کا خاص دسترخوان بچھایا جا رہا ہوگا۔ روزے دار اللہ رب العزت کی خاطر اُس دسترخوان سے کھا رہے ہوں گے، جب کہ اس کے برعکس عامۃ الناس اپنے حساب وکتاب میں مشغول ہوں گے“۔

پھر فرمایا: اللہ رب العزت کی خاطر روزہ رکھنے والو! سن لو! تمہارا اجر یہ ہے کہ تم اللہ رب العزت کے خاص دسترخوان سے کھاؤ گے کہ جسے کسی آنکھ نے آج تک نہ دیکھا ہوگا۔

ولا أذن سمعت ولا خطر على قلب بشر لا يقعد عليها إلا الصائمون. (هندی، کنزالعمال، ٨/٢١١، رقم: ٢٣٦٢٠)

”جسے کسی کان نے آج تک سنا نہ ہوگا، نہ ہی کسی بشر کے وہم و گمان سے گزرا ہوگا، سوائے روزے داروں کے اُس دسترخوان پر کسی کو نہ بٹھایا گیا ہوگا“۔

جب روزِ قیامت روزے دار اللہ تعالیٰ کی طرف سے بچھائے گئے دسترخوان پر طعام میں مصروف ہوں گے اور دیگر لوگ حساب و کتاب کی تکالیف برداشت کر رہے ہوں گے تو وہ دوسرے بندے کہیں گے:

اے مولیٰ! تو ہمارا حساب لے رہا ہے مگر وہ کھانے پینے میں مصروف ہیں۔ فرمایا: تمہیں معلوم نہیں کہ جب تم دنیا میں کھانے پینے میں مصروف ہوتے تھے تو یہ روزہ رکھے ہوئے ہوتے تھے۔ جب تم غفلت کی نیند سو رہے ہوتے تھے تو یہ قیام اللیل کے ذریعے مجھے منا رہے ہوتے تھے۔

(ابن رجب، لطائف المعارف:١٥٨)

☆ سلف صالحین میں سے کسی نے خواب میں حضرت بشر بن حارث کو دیکھا کہ وہ جنت میں تشریف فرما ہیں اور اُن کے سامنے جنت کا دسترخوان بچھا ہوا ہے اور وہ اس میں تناول فرما رہے ہیں۔ سوال کیا کہ مولیٰ! بشر بن حارث پر اتنا کرم کیوں کر رہا ہے؟ غیب سے آواز آئی:

كل يا من لم يأكل، واشرب يا من لم يشرب.

(ابن رجب، لطائف المعارف:١٥٨)

”(اے بشر حافی!) آج کھا کیونکہ دنیا میں تو میری خاطر نہ کھاتا تھا۔ آج پی، کیونکہ دنیا میں میری خاطر نہ پیتا تھا“۔

یعنی تو دنیا میں جس جس لذت کو ترک کر کے آیا ہے، وہ ساری، لذتیں اور نعمتیں تیرے لیے یہاں کھول دی گئی ہیں۔

روزہ صبر کی تلقین کرتا ہے

جس طرح اللہ رب العزت اپنی رحمتِ کاملہ سے بندے کے ہر عمل کا اجر دس سے سات سو گنا تک بڑھا دیتا ہے، اس طرح روزے کے عمل کا اجر بھی بڑھتا چلا جاتا ہے۔ یہ عمل کیسے بڑھتا ہے؟ اس کو سمجھنے کے لیے یہ بات ذہن میں رہے کہ روزے کے ذریعے بندہ اللہ کی رضا پر صبر کا اظہار کرتا ہے۔ جیسے جیسے اللہ کا بندہ صبر کرتا چلا جاتا ہے ویسے ویسے اُس کے مقامات اور اُس کے صبر کا اجر بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اسی لیے روزے کو صبر ہی کی ایک قسم قرار دیا گیا ہے۔ رمضان المبارک کو ماہِ صبر بھی کہا جاتا ہے کیونکہ روزہ صبر سکھاتا ہے، اس کی تلقین اور تربیت (training) کرتا ہے۔

جب بندہ اللہ کی اطاعت کی خاطر صبر کرتے ہوئے حرام چیزوں سے بچتا اور بھوک اور پیاس کی صعوبتیں برداشت کرتا ہے، کبھی شدید گرمی کی تمازت برداشت کرتا ہے، کبھی سفر کی حالت میں صبر کرتا ہے، کبھی میدانِ جنگ کی سختیاں جھیلتا ہے؛ مگر زندگی کے ہر کٹھن مرحلے پر رضائے الٰہی کی خاطر صبر کا تلخ

جام نوش کرتا رہتا ہے تو اُسے اس کے صبر کی وجہ سے یہ نوید سنائی جاتی ہے کہ

اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ○

بلاشبہ صبر کرنے والوں کو اُن کا اجر بے حساب انداز سے پورا کیا جائے گا○ (الزمر، ۳۹: ۱۰)

نسبت سے اعمال کے اجر میں اضافہ

واضح رہے کہ روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس کا اجر نسبت کے بدلنے سے بھی بدل جاتا ہے۔ جس طرح نماز، نماز ہی ہے مگر مسجد حرام، مسجد نبوی یا مسجد اَقصیٰ میں نماز پڑھیں تو مکان کے بدلنے سے اُس نماز کا اجر عام نمازوں جیسا نہیں رہتا، بلکہ کئی ہزار گنا بڑھ جاتا ہے۔

اسی طرح حرمِ مکہ میں رکھے گئے رمضان کے روزوں کا اجر بھی دوسرے مقام کے روزوں سے زیادہ ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

مَنْ أَدْرَكَ رَمَضَانَ بِمَكَّةَ فَصَامَ، وَقَامَ مِنْهُ مَا تَيَسَّرَ لَهُ، كَتَبَ اللهُ لَهُ مِائَةَ أَلْفِ شَهْرِ رَمَضَانَ فِيْمَا سِوَاهَا.

’’جس نے مکہ مکرمہ میں ماہِ رمضان پایا اور وہیں روزے رکھے، اور نماز تراویح میں حسبِ استطاعت قیام کیا تو اللہ تعالیٰ اُس کے نامہ اعمال میں دوسرے مقامات کے ایک لاکھ رمضان کا ثواب لکھے گا‘‘۔ (سنن ابن ماجہ)

ماہ رمضان المبارک تو وہی تھا جو پوری اُمت مسلمہ کو نصیب ہوا، لیکن جب کسی مسلمان کو وہی رمضان مکہ مکرمہ میں نصیب ہوگیا تو اللہ رب العزت نے اُس کا اجر ایک لاکھ ماہ کے برابر لکھ دیا۔ اسی طرح رمضان المبارک میں ادا کی گئی فرض اور نفلی عبادات اور نیک اعمال کا معاملہ ہے کہ اس ماہِ مقدس کی نسبت سے اُن کا اجر کئی گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔ سیدنا سلمان فارسی ﷺ فرماتے ہیں:

مَنْ تَقَرَّبَ فِيْهِ بِخَصْلَةٍ مِنَ الْخَيْرِ، كَانَ كَمَنْ أَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ، وَمَنْ أَدّٰى فِيْهِ فَرِيْضَةً، كَانَ كَمَنْ أَدّٰى سَبْعِيْنَ فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ. (صحيح ابن خزيمة. لطائف المعارف)

’’رمضان المبارک میں جس نے بھی کوئی ایک نیک عمل کیا تو اُس کا اجر دوسرے مہینوں میں کیے گئے فرض کے برابر ہے، جس کسی نے رمضان المبارک میں ایک فرض ادا کیا تو اُس کا اجر دیگر مہینوں میں ادا کیے گئے ستر فرائض کے برابر ہوتا ہے‘‘۔

اِسی طرح حضرت انس بن مالک ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

صَدَقَةٌ فِي رَمَضَانَ. (سنن الترمذی)

’’جو صدقہ رمضان کے مہینے میں دیا جائے‘‘۔

حضرت عبد اللہ بن عباس ﷺ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

عُمْرَةٌ فِي رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً.

’’رمضان المبارک میں ادا کردہ عمرے کا ثواب ایک حج کے برابر ہے‘‘۔ (مسند أحمد بن حنبل۔ سنن الترمذی)

یوں رمضان المبارک میں ہر عمل کا اَجر بڑھتا چلا جاتا ہے؛ خواہ وہ نوافل ہوں، تسبیحات ہوں، ذکر اذکار ہو، درود شریف ہو، الغرض کوئی بھی عبادت اور نیک عمل جس کے کرنے پر اجر وثواب کا وعدہ کیا گیا ہے، جب وہ عمل رمضان میں کیا جائے گا تو اُس کا اجر کئی گنا بڑھ جائے گا۔ اسی لیے جب رمضان کا مقدس مہینہ آتا تو ہمارے اسلاف، اولیاء و صالحین خیرات اور عملِ خیر کی کثرت کرنا شروع کر دیتے تھے۔

واضح رہے کہ اگر رمضان کی مبارک سعادتوں کا عالم یہ ہے تو پھر رمضان المبارک میں رکھا ہوا روزہ بھی عام روزوں جیسا نہیں رہتا۔ امام ابراہیم نخعی فرماتے ہیں:

’’رمضان المبارک میں ایک دن کا روزہ عام دنوں کے ہزار روزے کے برابر ہو جاتا ہے‘‘۔ (ابن رجب، لطائف المعارف: ۱۵۱)

کیونکہ رمضان المبارک میں روزے کا اجر وثواب بڑھنے کا تعلق زمان سے بھی ہے اور مکان سے بھی ہے۔

صحبتِ صالحین میں رکھے گئے روزوں کا اجر

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ خالقِ دو جہاں کے اولیاء تو مخلوقِ الٰہی کو اپنے رب کے قریب کرنے کا باعث بنتے

ہیں۔ لہٰذا ان کی قربت میں رہ کر جو روزے رکھے جاتے ہیں یا نیک اعمال سرانجام دیے جاتے ہیں، ان کا اجر و ثواب اور مقام و مرتبہ بھی اپنی مثال آپ ہوتا ہے۔ ان کی معیت اور سنگت میں جو عبادت کی جاتی ہے، خواہ وہ نماز، روزہ کی شکل میں ہو یا قیام اللیل کی شکل میں؛ یہ تمام عبادت بھی بے نظیر و بے مثال ہوتی ہے۔ اللہ رب العزت فرماتا ہے: میرا مقصد تو یہ ہے کہ تمہیں روزے سے تقویٰ کی دولت نصیب ہو جائے، اگر تمہیں ایسی صحبتیں مل جائیں جو تمہیں صبح سے شام تک تقویٰ کی دولت بخش رہی ہوں تو اُس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتا ہے!

اِعتکاف کے اغراض و مقاصد

اُمتِ مسلمہ کے لیے رمضان کا مہینہ اللہ رب العزت کا ایک عظیم الشان احسان ہے۔ جہاں اللہ رب العزت اس ماہِ مقدس میں اپنی رحمتیں، برکتیں اور عنایات کی برسات نازل فرماتا ہے، وہیں ان بے پایاں عنایات میں سے ایک بہترین نوازش آخری عشرے کا اعتکاف بھی ہے۔ یہ نعمتِ عظمیٰ درِ حبیب پر ہمیشہ پڑے رہنے کی عملی تصویر ہے۔ غالب نے اسی کیفیت کو مجازی رنگ میں یوں پیش کیا ہے:

پھر جی میں ہے کہ در پہ کسی کے پڑے رہیں
سر زیرِ بارِ منتِ درباں کیے ہوئے
جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن
بیٹھے رہیں تصورِ جاناں کیے ہوئے

دیکھا جائے تو اِعتکاف کا یہ عشرہ انسان کی زندگی میں بہت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اعتکاف کے دس دن ایک طرف اور دنیاوی اغراض و مقاصد کی خاطر گزارے گئے سال کے باقی ماہ و ایام ایک جانب۔ ان دس دنوں میں اللہ کی رضا کی خاطر سب کچھ چھوڑ کر مومنین اللہ کے در پر سائل بن کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اگر اس عشرہ کا حق ادا کیا جائے تو اس کے اثرات اگلے پورے سال تک رہتے ہیں۔ گویا یہ ایک refresher course ہے جو پورے سال کا زادِ راہ ثابت ہوتا ہے۔ اس دوران میں ہم خود سے سوال کرتے ہیں کہ میں اللہ کا منگتا کیسے بنوں۔۔۔؟ اس ذاتِ باری تعالیٰ سے کب، کیسے اور کیا مانگوں۔۔۔؟ میں ایسا کیسے بنوں کہ اپنے رب کو بھا جاؤں۔۔۔؟ اللہ کو کیسے پاؤں۔۔۔؟ اسے کیسے راضی کروں۔۔۔؟ اپنی زندگی کو گناہوں کی غلاظت سے کیسے پاک کروں۔۔۔؟ اپنے آپ کو ایسا انسان کیسے بناؤں جس سے دوسرے لوگ فیض حاصل کریں؟۔ ہم دراصل اعتکاف کے دوران اللہ کے دروازے پر بیٹھتے ہیں اور وہاں بیٹھ کر زندگی سنوارنے کا طریقہ سیکھتے ہیں۔

روایتی اعتکاف اور شہرِ اعتکاف میں فرق

معمول کی زندگی آدمی صبح سے شام تک اپنے معمولات میں گزارتا ہے۔ پورے سال میں ہم وہ اعمال نہیں کر پاتے جو اعتکاف میں بیٹھ کر سرانجام دیتے ہیں۔ یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ انفرادیت سے اجتماعیت زیادہ بہتر ہے، جیسا کہ معروف حدیثِ مبارک ہے کہ ایک مرتبہ رسولِ مکرم ﷺ مسجدِ نبوی میں جلوہ افروز ہوئے تو وہاں دو مختلف حلقات ہو رہے تھے: ایک حلقہ ذکر اور دوسرا حلقہ علم و فکر۔ ان میں سے محسنِ انسانیت ﷺ نے علم کی محفل کو مقامِ مقبولیت سے نوازتے ہوئے اس میں شرکت فرمائی۔ (سنن ابن ماجہ۔ سنن الدارمی)

اس حوالے سے دیکھا جائے تو عام مساجد میں بیٹھا جانے والا اعتکاف بھی ذکر و اذکار والے حلقہ کی طرح ہے اور تحریک منہاج القرآن کے تحت منعقد ہونے والے شہرِ اعتکاف کی مثال حلقۂ علم و تفقہ کی سی ہے۔ یہاں ذکر، اذکار، حمد و مناجات، خشیتِ الٰہی اور عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی روشنی تقسیم ہونے کے ساتھ ساتھ سب سے بڑھ کر **تفقه فی الدین** کا عظیم اور شاندار ماحول فراہم کیا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ تحریک منہاج القرآن کے زیرِ اہتمام منعقدہ شہرِ اعتکاف عام مساجد کے اعتکاف جیسا نہیں ہے۔ بالعموم جن جگہوں پر لوگ انفرادی یا اجتماعی اعتکاف بیٹھتے ہیں، وہاں معتکفین کی تربیت کا کوئی خاطر خواہ انتظام نہیں کیا جاتا لیکن حرمین شریفین کے بعد دنیا

کے سب سے بڑے اجتماعی اعتکاف میں ہر عمر، ہر جنس اور ہر شعبۂ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے تمام افراد کی دینی تربیت اور اصلاحِ احوال کا بہترین انتظام ہوتا ہے۔

اس ضمن میں سب سے اہم نوجوان طبقہ ہے جو کسی بھی معاشرے کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی مانند ہوتا ہے۔ اس اہم طبقہ کی تعلیم و تربیت اور دینی بنیادوں پر شخصیت سازی کی جاتی ہے تا کہ وہ اسلامی فلاحی معاشرے کی تعمیر میں اپنا کلیدی کردار ادا کر سکیں۔ اس کے ساتھ آنے والی نسلوں کو تربیت فراہم کرنے والی خواتین کو خاتونِ جنت سیدہ فاطمۃ الزہراء ﷺ کی حیاتِ مبارکہ سے آگہی دلا کر ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ اس طرح دینِ اسلام کی ترویج و تبلیغ کے لیے کی گئی اِس اِنقلابی اور اِجتماعی کاوش کے مثبت اثرات فرد سے شروع ہو کر معاشرتی سطح تک پھیلتے چلے جاتے ہیں۔ اس مبارک برسات سے ہر طبقۂ حیات فیض یاب ہوتا ہے۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی فرماتے ہیں:

تحریک کے زیرِ اہتمام شہرِ اعتکاف کے بہت سے زریں پہلوؤں میں سے ایک شاندار پہلو یہ بھی ہے کہ یہاں لوگ طویل سفر کر کے آتے ہیں۔ محاورہ مشہور ہے کہ سفر وسیلۂ ظفر ہے۔ دینِ اسلام کے حصول کے لیے سفر کرنا اضافی عبادت ہے اور اس عبادت کا اجر بھی اضافی ہے۔ سفر کے ساتھ ساتھ تحریک منہاج القرآن کے شہرِ اعتکاف میں لوگ سحری و افطاری اور دیگر اخراجات کی ادائیگی بھی بذاتِ خود کرتے ہیں۔ عام مساجد میں اعتکاف بیٹھنے والے عام طور پر کوئی ادائیگی نہیں کرتے کیونکہ معتکفین کا کھانا ان کے گھروں سے آتا ہے۔ یاد رہے کہ جس عمل میں جیب سے کچھ خرچ نہ کیا جائے تو وہ عمل قبول تو ضرور ہوتا ہے مگر مقبول نہیں۔

پھر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہر کوئی وقت نکال کر دس دن دس راتیں بیٹھتا ہے۔ جو بھی اعمال جس کی سمجھ میں آتے ہیں، انفرادی اعتکاف میں معتکفین ادا کرتے ہیں۔ کوئی نفل پڑھتا ہے، کوئی تسبیح کرتا ہے، بھلے سیدھی کر رہا ہے یا الٹی کر رہا ہے، درست پڑھ رہا ہے یا غلط پڑھ رہا ہے۔ زیادہ سے زیادہ وہاں کے امام صاحب اور خطیب صاحب اُس کو نفل پڑھنے کا طریقہ یا کوئی وظیفہ بتا دیتے ہیں۔ دس دن گزار کر وہ معتکفین چلے جاتے ہیں۔ اس طرح نہ ان کی تعلیم ہوتی ہے اور نہ کوئی تربیت۔ تحریک منہاج القرآن کے شہرِ اعتکاف میں بیٹھے گئے اعتکاف میں ہزار ہا لوگوں کا سمندر چوبیس گھنٹے ایک نظم کے ساتھ بیٹھتا ہے اور شب و روز ان کی تربیت ہوتی ہے۔ اس تربیت کے فیض کا اثر پھر ان کی پوری زندگی کے اندر اپنا رنگ بکھیرتا نظر آتا ہے۔

یہ اِعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ اِعتکاف تو محلے کی مسجد میں بھی بیٹھا جا سکتا ہے پھر اتنی مسافت طے کر کے تحریک منہاج القرآن کے شہرِ اعتکاف میں بیٹھنے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ بات درست ہے کہ جہاں بھی اعتکاف بیٹھیں ثواب برابر ملتا ہے؛ سوائے تین مساجد کے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اِن تین جگہوں کے سوا روئے زمین پر کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں عبادت کا اصل ثواب بڑھ جاتا ہے۔ مگر بات صرف ثواب کی نہیں ہے۔ ثواب ایک چیز ہے جب کہ ننانوے چیزیں اس کے علاوہ ہیں۔ مثال کے طور پر ایک آدمی تنہا ذکرِ الٰہی کرتا ہے اور ایک حلقے میں زیادہ لوگ ذکر کرتے ہیں۔ جتنے زیادہ لوگ ذکر کرتے ہیں اتنے ہی ملائکہ اس حلقے سے شریک ہوتے ہیں اور اس سے برکات بڑھ جاتی ہیں۔ بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث مبارک ہے کہ حضرت ابو ہریرہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ کے کچھ گشت کرنے والے مخصوص فرشتے ہیں جو ذکر کی مجالس کو تلاش کرتے رہتے ہیں، جب وہ ذکر کی کوئی مجلس دیکھتے ہیں تو ان (اہل ذکر) کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں اور اپنے پروں سے بعض فرشتے دوسرے فرشتوں کو (اوپر تلے) ڈھانپ لیتے ہیں، حتیٰ کہ زمین سے لے کر آسمانِ دنیا کی وسعتیں ان سے بھر جاتی ہے، جب اہلِ ذکر مجلس سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں تو یہ فرشتے آسمان کی طرف واپس جاتے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: پھر اللہ ﷻ ان سے سوال کرتا ہے، حالانکہ اسے ان سے زیادہ علم ہوتا ہے، کہ ''تم کہاں سے آئے ہو؟'' وہ کہتے ہیں کہ ہم زمین پر تیرے بندوں کے پاس سے آئے ہیں، جو سبحان اللہ، اللہ

أکبر، لا إله إلا الله اور الحمد لله کا ذکر کر رہے تھے اور تجھ سے سوال کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ مجھ سے کیا سوال کر رہے تھے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: وہ تجھ سے تیری جنت کا سوال کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا انہوں نے میری جنت کو دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: نہیں اے ہمارے رب! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر وہ میری جنت کو دیکھ لیتے تو ان کا کیا عالم ہوتا؟

’’(پھر) فرشتے عرض کرتے ہیں: باری تعالیٰ! وہ تجھ سے پناہ طلب کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ کس چیز سے میری پناہ مانگتے ہیں؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: اے رب! تیری دوزخ سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا انہوں نے میری دوزخ کو دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر وہ میری دوزخ کو دیکھ لیتے تو پھر کس قدر پناہ مانگتے؟ (پھر) فرشتے عرض کرتے ہیں: اور وہ تجھ سے بخشش کے طلبگار ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے ان کو بخش دیا اور جو کچھ انہوں نے مانگا وہ بھی میں نے انہیں عطا کر دیا اور جس چیز سے انہوں نے پناہ مانگی اس سے میں نے انہیں پناہ دے دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

فَيَقُوْلُوْنَ: رَبِّ، فِيْهِمْ فُلَانٌ، عَبْدٌ خَطَّاءٌ، إِنَّمَا مَرَّ فَجَلَسَ مَعَهُمْ.

’’فرشتے عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ان میں فلاں خطا کار بندہ بھی تھا، وہ اس مجلس کے پاس سے گزرا تو ان کے ساتھ بیٹھ گیا‘‘۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَهٗ غَفَرْتُ، هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقٰى بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ.

’’میں نے اس کو بھی بخش دیا ہے، یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والا بھی بدبخت نہیں رہتا‘‘۔

قارئین کرام! اِس حدیث مبارک سے نہایت خوب صورت انداز میں انفرادی و اجتماعی عبادت کا فرق واضح ہوجاتا ہے۔ انفرادی طور پر کی گئی عبادت میں رہ جانے والی خامیاں اور نقائص بھی اجتماعیت میں دور ہوجاتے ہیں۔ بلکہ خطا کار صرف پاس بیٹھ جائے تو اس کی شقاوت کو سعادت میں بدل دیا جاتا ہے۔ اسی طرح ثواب تو ہر جگہ برابر ملتا ہے مگر تربیت ہر جگہ میسر نہیں ہے۔ اپنی مرضی سے تو ہر کوئی اعتکاف بیٹھتا ہے، جس قدر بات سمجھ میں آتی ہے، اس پر عمل بھی ہوتا ہے۔ پھر دس دن بعد لوگ گھر واپس چلے جاتے ہیں۔ گویا یہ ایک رسم ہے جو سالانہ پوری کی جاتی ہے۔ جیسے بیل کو کنوئیں کے اردگرد باندھ دیتے ہیں تو وہ چلتا رہتا ہے۔ وہ رکتا نہیں مگر سفر بھی طے نہیں ہوتا کیونکہ رہتا تو آخر وہ اسی جگہ پر ہے۔ بس یہی فرق ہے۔

یہاں گھومتے ہی نہیں رہتے بلکہ سفر بھی آگے چلتا ہے۔ یہاں تربیت ملتی ہے، اخلاق سنوارنے پر محنت ہوتی ہے، عبادات کا مسنون طریقہ، اعمال کا سلیقہ اور اخلاقِ حسنہ کا سلیقہ سکھایا جاتا ہے۔ یہاں انسانیت کے ساتھ معاملات کا سلیقہ سکھایا جاتا ہے۔ طبیعت اور مزاج کو بدلنے پر محنت ہوتی ہے۔ ساری ساری رات احوال بدلنے کی بات ہوتی ہے۔ اگر کوئی سانولا ہے تو یہاں آکر گورا تو نہیں ہوسکتا مگر کالی طبیعتوں کو سفید کرنے کی کوشش ضروری ہوتی ہے۔ مزاج میں سختی ہے تو اُسے نرم کرنے کی کوشش ہوتی ہے۔ کمزور جسم تو طاقت ور نہیں ہوسکتا لیکن اگر اندر نور آجائے تو وہ نور پھر باہر بھی ظاہر ہو جاتا ہے۔ مزاج اور طبیعت کو بدلنا، خصلتوں کو بدلنا، اخلاق کو بدلنا، لوگوں کے ساتھ برتاؤ کے طور طریقے بدلنا اصلِ دین اور روحِ دین ہے اور یہاں یہ سب کچھ سیکھنے کو ملتا ہے۔

تحریک منہاج القرآن کے شہر اعتکاف میں انہی سعادتوں، ساعتوں اور نعمتوں کو حاصل کرنے کا موقع میسر آتا ہے۔ اللہ والوں کی صحبت ہوتی ہے۔ روزے کا ماحصل اور مطلوب و مقصود اللہ کا تقویٰ ہے اور جو تقویٰ اللہ کے سالکین و صالحین اور اولیاء کی صحبت میں ملتا ہے وہ تنہائی میں نہیں مل سکتا۔ اللہ رب العزت ہمیں اس قابل کرے کہ ہم رمضان المبارک کی ان مبارک گھڑیوں میں اپنے قلوب و اذہان اور ظاہر و باطن کو اُس روزے کے حقیقی معارف و لطائف سے بہرہ ور کرسکیں۔

❁❁❁❁❁

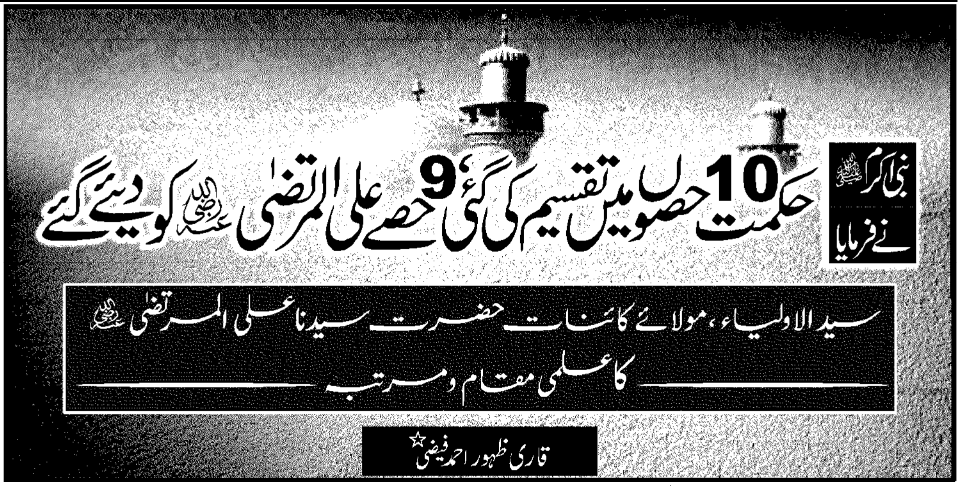

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ ؓ کا علمی مقام و مرتبہ، اُن کی قرآن فہمی، حقیقت شناسی اور فقہی صلاحیت تمام اولین و آخرین میں ممتاز و منفرد تھی۔ قدرت نے انہیں عقل و خرد کی اس قدر ارفع و اعلیٰ صلاحیتوں سے نوازا تھا کہ جو مسائل دوسرے حضرات کے نزدیک پیچیدہ اور لاینحل سمجھے جاتے تھے، انہی مسائل کو وہ آسانی سے حل کردیتے تھے۔ اکابر صحابہ کرام ؓ ایسے اوقات سے پناہ مانگتے تھے کہ جب کوئی مشکل مسئلہ پیش آجائے اور اس کے حل کے لیے حضرت علی ؓ موجود نہ ہوں۔

حضرت سعید بن المسیب ؓ بیان کرتے ہیں:

كَانَ عُمَرُ يَتَعَوَّذُ بِاللّٰهِ مِنْ معضلة لَيْسَ فِيْهَا (وفی رواية: لَيْسَ لَهَا) اَبُوْحَسَن.

’’حضرت عمر ؓ اُس پیچیدہ مسئلہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے تھے جسے حل کرنے کے لیے ابوالحسن علی ابن ابی طالب ؓ نہ ہوں‘‘۔ (فضائل الصحابة، ج:۲، ص: ۸۰۳، رقم: ۱۱۰۰)

بعض اکابر صحابہ کرام ؓ نے شہادت دی کہ مولیٰ علی ؓ علم ظاہر و باطن دونوں کے امین تھے۔ حضرت ابن مسعود ؓ نے فرمایا:

اِنَّ عَلِيًا بْنَ ابى طَالِبٍ عِنْدَهُ عِلْمُ الظَّاهِرِ والبَاطِنِ.

(حلية الاولياء، ۱: ۶۵)

’’بے شک علی ابن ابی طالب ؓ کے پاس قرآن کا علم ظاہر بھی ہے اور باطن بھی‘‘۔ (حلیۃ الاولیاء، ج:۱، ص:۱۰۵)

اُن کا بتایا ہوا مسئلہ اولوالعزم صحابہ ؓ کے نزدیک حرفِ آخر سمجھا جاتا تھا۔ سیدالمفسرین حبر الامۃ حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس ؓ سے حضرت سعید بن جبیر ؓ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

’’جب ہمیں کسی چیز کا ثبوت سیدنا علی ؓ سے مل جائے تو پھر ہم کسی اور کی طرف رجوع نہیں کرتے‘‘۔

(الاستیعاب، ج:۳، ص:۲۰۷)

ام المومنین سیدہ طیبہ طاہرہ عائشہ صدیقہ ؓ فرماتی ہیں:

عَلِیٌّ اَعْلَمُ النَّاسِ بِالسُّنَّةِ.

’’حضرت علی ؓ تمام لوگوں سے بڑھ کر سنت کا علم رکھنے والے ہیں‘‘۔ (تاریخ مدینہ دمشق، ج:۴۲، ص:۴۰۸)

یہ طے شدہ حقیقت ہے کہ جو سنت کا سب سے بڑا عالم ہو وہی قرآن کا سب سے بڑا عالم ہوتا ہے۔ چنانچہ سیدنا فاروق اعظم ؓ نے سب سے بڑے عالم کی شناخت یوں بیان فرمائی ہے:

اِنَّهُ سَيَاْتِى نَاسٌ يُجَادِلُوْنَكُمْ بِشُبُهَاتِ الْقُرآنِ فَخُذُوْهُم بِالسُّنَنِ فَاِنَّ اَصْحَابَ السُّنَنِ اَعْلَمُ بِكِتَابِ اللّٰه.

’’عنقریب کچھ لوگ آئیں گے جو تمہارے ساتھ متشابہاتِ قرآن میں بحث کریں گے، تم ان کا مواخذہ احادیث سے کرنا، بے شک اصحاب حدیث سب سے بڑھ کر قرآن

☆ شرح خصائصِ علیؓ سے ماخوذ

کریم کے عالم ہیں‘‘۔ (سنن الدارمی، ج:۱،ص:۳۷، رقم:۱۹)

عبدالمالک بن ابی سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاؒ سے پوچھا:

اَكَانَ فِي اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ اَحَدٌ اَعْلَمَ مِنْ عَلِيٍ؟ قَالَ لَا وَاللّٰهِ مَا اَعْلَمُهٗ.

’’کیا سیدنا محمد ﷺ کے صحابہؓ میں سیدنا علیؑ سے بڑھ کر کوئی عالم تھا؟ انہوں نے کہا: نہیں، خدا کی قسم میں ایسے شخص کو نہیں جانتا‘‘۔ (المصنف لابن ابی شیبۃ، ج:۱۷، ص:۱۲۳، رقم:۳۲۷۷۲)

یہی وجہ ہے کہ مولیٰ علیؑ کے سوا کسی شخص نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ’’اس سے جو چاہو پوچھو وہ قرآن سے جواب دے گا‘‘ ایسا دعویٰ صرف انہوں نے ہی کیا۔ حضرت ابوالطفیلؓ بیان کرتے ہیں:

’’سیدنا علیؑ نے ارشاد فرمایا: لوگو تم مجھ سے سوال کرو! بخدا تم قیامت تک جس چیز کے متعلق بھی سوال کرو گے میں تمہیں بتاؤں گا اور تم مجھ سے قرآن مجید کی بابت سوال کرو، بخدا قرآن مجید کی کوئی ایسی آیت نہیں مگر میں جانتا ہوں کہ وہ رات میں اتری یا دن میں، میدانوں میں نازل ہوئی یا پہاڑوں میں؟‘‘۔ (تاریخ دمشق، ج:۴۲،ص:۳۹۷، ۳۹۸)

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں:

’’ہم نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ سیدنا علیؑ کے بارے میں سوال کیا گیا تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: حکمت دس حصوں میں تقسیم کی گئی، نو حصے علیؑ کو دیئے گئے اور ایک حصہ باقی تمام لوگوں کو دیا گیا‘‘۔ (حلیۃ الاولیاء، ج:۱،ص:۱۰۴)

حضرت سعید بن المسیبؓ فرماتے ہیں:

’’حضور اکرم ﷺ کے صحابہؓ میں سے کسی شخص نے یہ دعویٰ نہیں کیا ’’سَلُوْنِی‘‘ (مجھ سے سوال کرو) ماسوا علی بن ابی طالب علیہ السلام کے‘‘۔ (فضائل الصحابۃ، ج:۲،ص:۸۰۲، رقم:۱۰۹۸)

مولیٰ علیؑ کی علمیت کا مقام کیوں نہ ہوتا جبکہ ان کی شان میں آیا ہے کہ وہ علم کا باب (دروازہ) ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا

’’میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں)‘‘۔

عربی گرائمر کے موجد مولیٰ علیؑ

سیدنا علیؑ کے باب العلم ہونے کی قوی دلیل مجھ ایسے سادہ لوگوں کے لیے یہ بھی ہے کہ حضرت مولیٰ علیؑ ایسے علم کے موجد ہیں جس کے بغیر کوئی انسان عالم ہو ہی نہیں سکتا۔ آج اگر کوئی انسان عالم ہے اور قرآن و حدیث کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہے تو یہ صلاحیت صرف اسی علم کی بدولت ہے جس کے موجد باب العلم سیدنا علی المرتضیٰؑ ہیں اور وہ علم عربی گرائمر یعنی علم نحو ہے۔

جس شخص کو کسی بھی علم وفن سے کچھ تعلق ہو وہ جانتا ہے کہ کسی زبان کو سمجھنے کے لیے اس کی لغت کی معرفت کتنا ضروری ہوتی ہے پھر عربی لغت کی اہمیت تو محتاجِ بیان ہی نہیں۔ لغتِ عرب کی معرفت اتنا ضروری ہے جتنا کتاب و سنت کی معرفت ضروری ہے بلکہ قرآن وحدیث کا سمجھنا معرفتِ لغت پر موقوف ہے۔

قرآن کریم ہو، حدیث شریف ہو، کلامِ عرب ہو، اشعارِ عرب ہوں یا لغتِ عرب ہو، ان میں سے ہر ایک کا سمجھنا عربی گرائمر پر موقوف ہے۔ اسی لئے عربی گرائمر کے متعلق کہا گیا:

اَلصَّرْفُ اُمُّ الْعُلُوْمِ وَالنَّحْوُ اَبُوْهَا۔

’’علمِ صَرف تمام علوم کی ماں ہے اور علمِ نحو ان سب کا باپ ہے‘‘۔

اور ان دونوں علوم کے موجد و موسس باب مدینۃ العلم سیدنا مولیٰ علیؑ ہیں۔ سب سے پہلے انہوں نے ہی ان دونوں علموں کے بنیادی قوانین املا کرائے اور اسم، فعل اور حرف کی تمیز بتائی۔ پھر ان کے بتلائے ہوئے علم کو بغرض سہولت دو حصوں میں تقسیم کرکے ایک کو ’’صَرف‘‘ کا نام دیا گیا اور دوسرے کو ’’نحو‘‘ کا۔ حقیقت میں ’’صرف‘‘، نحو ہی کا ایک حصہ ہے اور اس کے موجد سیدنا علیؑ ہیں۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

’’امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالبؑ سے متعدد ایسے کاموں کی ابتدا ہوئی جس کے آثار نہ صرف یہ کہ باقی و پائندہ ہیں بلکہ جب تک عربی زبان اور اس کے قواعدِ نحو و صرف باقی ہیں، وہ کارنامہ زندۂ و جاوید رہے گا۔ ابوالقاسم

الزجاجی کی کتاب ’’امالی‘‘ میں مذکور ہے کہ (ابوالاسود ﷺ بیان کرتے ہیں کہ) میں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ کو دیکھا کہ سر جھکائے متفکر بیٹھے ہیں، میں نے عرض کیا: امیرالمومنین! کس معاملہ میں متفکر ہیں؟ فرمایا: میں تمہارے شہر میں عربی غلط طریقہ پر بولتے ہوئے سنتا ہوں، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ زبان کے اصول و قواعد میں ایک یاد داشت تیار کردوں۔ میں نے عرض کیا:

اِنْ فَعَلْتَ هٰذَا اَحْيَيْتَنَا وَبَقِيَتْ فِيْنَا هٰذِهِ اللُّغَةُ.

اگر آپ ایسا کردیں تو ہمیں آپ کے ذریعہ زندگی مل جائے گی اور ہمارے یہاں عربی زبان باقی رہ جائے گی۔

اس گفتگو کے تین روز کے بعد میں پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ایک کاغذ مرحمت فرمایا جس میں علم نحو کے ابتدائی مسائل درج تھے‘‘۔

(تاریخ الاسلام للذھبی ملخصاً، ج:۲،ص:۴۷۹)

خود سوچیے کہ جس علم کو حاصل کئے بغیر کوئی انسان (خواہ وہ عربی ہو یا عجمی) عالم نہیں بن سکتا تو پھر جو شخص اس علم کا موجد اور موسس ہو وہ باب العلم نہیں ہوگا تو کیا ہوگا؟ افسوس کا مقام ہے کہ لوگ علمِ صَرف اور نحو کو تو تمام علوم کا ماں باپ تسلیم کرتے ہیں لیکن جو ہستی ان علوم کی واضع اور صانع ہے، اسے تمام علوم کا دروازہ تسلیم نہیں کرتے۔

عامۃ الناس کو جانے دیجیے! کم از کم جو شخص عربی پڑھنے اور سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور خود کو عالم کہلاتا ہے اسے تو حدیث **انا مدینۃ العلم وعلی بابھا** کا انکار نہیں کرنا چاہئے! کیونکہ اس کے اندر عربی جاننے کی اہلیت صرف اور صرف اسی عربی گرائمر کی بدولت پیدا ہوئی جس کے موجد سیدنا علی ﷺ ہیں۔

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ ﷺ کی اِس شانِ علم کو جاننے کے باوجود نہ جانے کیوں بدنصیب لوگ شانِ مرتضوی کو ماننے سے انکار کرتے ہیں۔

مولیٰ علی ﷺ کے دس خصائص

حضرت عمرو بن میمون ﷺ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ نو افراد پر مشتمل ایک وفد آیا تو انہوں نے کہا: اے ابن عباس! یا تو آپ الگ ہوکر ہماری بات سنیں یا ان لوگوں کو باہر بھیج دیں۔ اس وقت تک وہ صحیح تھے، نابینا نہیں ہوئے تھے۔ فرمایا: میں اٹھ کر تمہارے ساتھ باہر جاتا ہوں۔ انہوں نے گفتگو کی لیکن ہم نہیں جانتے کہ انہوں نے کیا کہا۔ حضرت ابن عباس ﷺ فارغ ہوکر آئے تو وہ اپنا دامن جھاڑتے ہوئے فرمارہے تھے:

اُفٍ وَتَفٍ يَقَعُوْنَ فِي رَجُلٍ لَهُ عَشْرٌ.

افسوس! یہ لوگ اس ہستی کی برائی کرتے ہیں جس کو دس خصوصیات حاصل تھیں۔ (جو یہ ہیں):

۱۔ یہ اس شخص کی برائی میں پڑگئے جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:

لَاَبْعَثَنَّ رَجُلاً يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ لَا يُخْزِيْهِ اللّٰهُ اَبَدًا.

’’(قلعہ خیبر کو فتح کرنے کے لیے) میں اس شخص کو (پرچم دے کر) بھیجوں گا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کبھی اس کو شرمندہ نہیں فرمائے گا‘‘۔

اس پرچم کو حاصل کرنے کے لیے لوگ للچانے لگے، لیکن حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: علی کہاں ہے؟ بتایا گیا وہ چکی میں گندم پیس رہے ہیں۔ فرمایا: تم میں کوئی ایسا شخص نہیں تھا جو چکی چلاتا؟ پھر حضور ﷺ نے انہیں بلایا حالانکہ وہ آشوب چشم میں مبتلا تھے، دیکھ نہیں سکتے تھے، تو حضور ﷺ نے ان کی آنکھوں میں دم کیا، پھر تین دفعہ پرچم لہرا کر انہیں سپرد فرمایا (بالآخر انہوں نے خیبر فتح کرلیا)۔

۲۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر ﷺ کو سورۃ التوبہ کے ساتھ بھیجا اور سیدنا علی ﷺ کو ان کے پیچھے روانہ کیا تو فرمایا:

لَا يَذْهَبُ بِهَا اِلَّا رَجُلٌ هُوَ مِنِّي وَاَنَا مِنْهُ.

’’اس اعلان برأت کے ساتھ فقط وہ شخص جائے گا جو مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں‘‘۔

۳۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا حسن، حسین، فاطمہ اور علی ﷺ کو بلاکر ان پر چادر پھیلائی، پھر دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَيْتِي، فَاذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيْرًا.

’’اے اللہ! یہ ہیں میرے اہل بیت، پس ان سے ہر

طرح کی پلیدی دور فرما دے اور انہیں خوب پاک فرما دے‘‘۔

۴۔ وہ اول شخص ہیں جو حضرت خدیجہؓ کے بعد اسلام لائے۔

۵۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی چادر اوڑھی تھی اور سو گئے تھے تو مشرکین ان کا یونہی قصد کرتے رہے جس طرح وہ رسول اللہ ﷺ کا قصد کرتے تھے اور وہ گمان کرتے رہے کہ یہ اللہ کے نبی ہیں۔ اتنے میں حضرت ابوبکرؓ آئے تو انہوں نے پکارا: یارسول اللہ! حضرت علیؓ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ بئر میمون کی طرف تشریف لے گئے ہیں۔ وہ حضور ﷺ کے پیچھے پیچھے گئے تو آپ ﷺ کے ساتھ غار میں داخل ہوئے اور مشرکین صبح تک سیدنا علیؓ کی جاسوسی کرتے رہے۔

۶۔ نبی کریم ﷺ لشکر کے ساتھ غزوہ تبوک کی طرف جانے لگے تو حضرت علیؓ نے عرض کیا: کیا میں آپ کے ساتھ چلوں؟ فرمایا: نہیں۔ حضرت علیؓ رو پڑے، اس پر حضور ﷺ نے فرمایا:

اما ترضی ان تکون منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انک لست بنبی. انت خليفتی يعنی فی کل مومن بعدی.

’’کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تمہاری منزلت میرے نزدیک ایسی ہے جیسی موسیٰؑ کے نزدیک ہارونؑ کی مگر یہ کہ تم نبی نہیں ہو۔ پھر فرمایا: تم میرے نائب ہو، یعنی میرے بعد ہر مومن کے‘‘۔

۷۔ ابن عباسؓ نے فرمایا: مسجد کی طرف کھلنے والے تمام دروازے بند کر دیئے گئے ماسوا باب علی کے۔ پس وہ مسجد میں داخل ہوتے تھے حالانکہ وہ جنبی ہوتے تھے اور مسجد ان کی راہ میں تھی۔ اس کے علاوہ ان کا اور کوئی راستہ نہیں تھا۔

۸۔ اور فرمایا: **من کنت وليه فعلی وليه.**

’’میں جس کا ولی ہوں تو علی بھی اس کا ولی ہے‘‘۔

۹۔ ابن عباسؓ نے فرمایا: اللہ نے ہمیں قرآن میں خبر دی کہ وہ درخت تلے بیعت کرنے والوں سے راضی ہوگیا تو کیا اس کے بعد اس نے دوبارہ ہمیں بتایا کہ وہ ان پر ناراض ہوگیا؟

۱۰۔ ابن عباسؓ نے فرمایا: حضرت عمرؓ نے آپ ﷺ سے حضرت حاطبؓ کی گردن اڑا دینے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ بدر کے احوال سے مطلع ہونے کے باوجود ارشاد فرمایا: تم جو چاہو کرو، میں نے تمہاری مغفرت کردی۔ (السنن الکبریٰ، النسائی، ۷: ۴۱۶، الرقم: ۸۳۵۵)

مولا علیؓ کے اس قدر حاسد کیوں تھے؟

ہمیشہ اربابِ نعمت حضرات کے حاسدین ہوتے ہیں اور مولیٰ علیؓ چونکہ بے شمار فضائل کے ہی نہیں بلکہ خصائص کے حامل تھے اس لیے ان کے ساتھ حسد کرنے والوں کی بھی کثرت تھی اور یہ ظاہر ہے کہ غلط اور بے بنیاد پراپیگنڈہ کرنا اور بے پرکی اڑانا حاسدین کا محبوب مشغلہ ہوتا ہے۔ چنانچہ مولیٰ علیؓ کے حاسدین ایک طرف تو ان کی خوبیوں پر پردہ ڈالنے کی ناکام کوشش کرتے تھے اور دوسری طرف ان کے خلاف افواہیں پھیلاتے اور بے پرکی اڑاتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ کے پاس جو جماعت آئی تھی وہ ایسی ہی بے بنیاد افواہوں کے باعث مولیٰ علیؓ کے ساتھ بغض کے مرض میں مبتلا تھی۔

سیدنا ابن عباسؓ نے ردِعمل کے طور پر ان کی بکواسات کے مقابلہ میں حضرت علیؓ کے دس خصائص بیان فرما کر واضح کردیا کہ اے دشمنانِ علی! درحقیقت تم علی (ؓ) کی شان سے بے خبر ہو۔ علی، علی ہے، اس کو علی (جل جلالہ) نے علی بنایا ہے، کسی سفلہ مزاج شخص کو مقامِ علی کی کیا خبر!؟ نادانو! تم ان کے خلاف زبان کھول کر اپنی عاقبت تو برباد کررہے ہو مگر ان کا کچھ نہیں بگاڑ رہے۔ یاد رکھو! علی المرتضیٰؓ کے خلاف لب کشائی کرنا آسمان پر تھوکنے کے مترادف ہے۔

سیدنا ابن عباسؓ کی اس تقریر میں نبی کریم ﷺ کے متعدد ارشادات آگئے ہیں اور چونکہ محدثین نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، لہٰذا اس طویل حدیث کے ضمن میں جو دوسری احادیث آگئی ہیں ان کی صحت بھی از خود ثابت ہوگئی۔ نیز یہاں ایک عظیم فائدہ یہ بھی معلوم ہوا کہ خداوند قدوس اپنی برگزیدہ ہستیوں کے فضائل ہمیشہ ایسے ہی حاسدین و معاندین کے حسد وعناد کی تردید میں آشکار فرماتا ہے۔

اگر کبھی آپ غور فرمائیں کہ سورۃ الضحیٰ، سورۃ الکوثر اور سورۃ القلم، وغیرھا سورتیں اور آیات کیوں اور کس وقت نازل ہوئیں تو آپ پر یہ حقیقت واضح ہوجائے گی۔ چنانچہ سیدنا ابن عباسؓ کی

زبان مبارک ایسے ہی موقعہ پر گوہر افشاں ہوئی اور خود نبی کریم ﷺ کی زبان اقدس بھی اکثر ایسے ہی مواقع پر جنبش میں آئی۔

’’علی رضی اللہ عنہ اور قرآن دونوں جدا نہ ہوں گے‘‘

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت ابو ثابت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

علی مع القرآن والقرآن مع علی، لن يتفرقا حتی يردا علی الحوض.

’’علی (رضی اللہ عنہ) قرآن کے ساتھ اور قرآن علی (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ ہے، دونوں جدا نہ ہوں گے حتی کہ اکٹھے حوض کوثر پر میرے پاس آئیں گے‘‘۔ (المستدرک، ج:۳، ص:۱۲۳، رقم: ۴۶۸۵)

اس حدیث پر غور کرنے سے اس ناکارہ کے ذہن میں ایک مفہوم آیا ہے اور یقیناً وہ ایک روحانی مفہوم ہے۔ وہ یہ کہ جب مولیٰ علی رضی اللہ عنہ اور قرآن مجید کے مابین اس قدر دائمی معیت ہے تو پھر یہ کہنا حق بجانب ہوگا کہ کسی شخص کو قرآن کریم سے حقیقی فائدہ اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کے من میں قرآن مجید کے ساتھ ساتھ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی محبت موجزن نہ ہو اور قرآن حکیم سے حقیقی فائدہ حصول ہدایت ہے اور یہ نعمت محبت اہل بیت کے سوا قطعاً حاصل نہیں ہوسکتی۔ سو جو شخص اس محبت کے بغیر قرآن فہمی کی کوشش کرتا ہے یقین فرمایئے! اس پر ہدایت کے نہیں ضلالت کے دروازے کھلتے ہیں۔

جن لوگوں کو یہ بات حیران کن محسوس ہوتی ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کس طرح شہر علم کا دروازہ ہوسکتے ہیں جبکہ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان سے نہیں بلکہ براہ راست نبی کریم ﷺ سے علم حاصل کیا تھا، ایسے لوگ اگر غور کریں تو ان پر یہ حقیقت واضح ہوسکتی ہے کہ حبِ مرتضوی کے بغیر کسی حد تک علومِ قرآنی پر تو دسترس حاصل ہوسکتی ہے مگر قرآن بطور ہدایت من میں نہیں اتر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مطلقاً فرمایا کہ علی رضی اللہ عنہ سے محبت، ایمان ہے اور ان کے ساتھ بغض، منافقت ہے۔

معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خصوصاً اس علم کا دروازہ ہیں جو ہدایت پر مبنی ہے، لہذا جس شخص کا قلب محبت علی رضی اللہ عنہ سے خالی ہو اس کا علم ہدایت سے محروم رہنا یقینی ہے۔ ❁❁❁

اشرافیہ کی دہشتگردی اور شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ورثاء کی استقامت کے 4 سال

کامل انصاف کیلئے اشرافیہ کو کٹہرے میں لانا ہوگا

چیف جسٹس کے نوٹس سے سانحہ ماڈل ٹاؤن کیس کی روزانہ سماعت ہورہی ہے

حصولِ انصاف کیلئے قیادت اور کارکنوں کا عزم قابلِ تقلید مثال

نعیم الدین چودھری ایڈووکیٹ☆

17 جون کے دن ہم شہدائے ماڈل ٹاؤن کی چوتھی برسی منارہے ہیں۔ اللہ رب العزت سے دعا گو ہیں کہ وہ شہدائے ماڈل ٹاؤن کے درجات بلند کرے، ان کی قبروں کو جنت کے باغات میں سے ایک باغ بنائے اور ظالم نظام اور اس کی محافظ استحصالی قوتوں کے خلاف انہوں نے جو جانی قربانیاں دیں اللہ تعالیٰ انہیں قبول فرمائے، شہداء کے خون کے صدقے پاکستان کو ہر قسم کے ظلم اور استحصال سے پاک کرے، شہداء کی ان قربانیوں کے صدقے پاکستان میں مصطفوی انقلاب کا سورج طلوع ہو اور پاکستان حقیقی معنوں میں امن، سلامتی اور خوشحالی کا گہوارہ بنے۔

شہدائے ماڈل ٹاؤن کے بہنے والے خون ناحق کے بعد الحمدللہ شریف خاندان کی ذلت و رسوائی کے تاریک دور کا آغاز ہوا جو آج نشانِ عبرت بن رہا ہے۔ آج یہ بھی ثابت ہوگیا کہ پاکستان عوامی تحریک کے سربراہ ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے اشرافیہ کے ماورائے آئین و قانون سیاسی، معاشی جرائم کے خلاف تین دہائی قبل جو جدوجہد شروع کی تھی وہ مبنی بر حقیقت تھی اور آج وہی اشرافیہ پاکستان کے دشمنوں کے کیمپ میں کھڑی ہے اور دشمنوں کے بیانیہ کی ہاں میں ہاں ملا رہی ہے۔ شریف برادران کا یہ گھناؤنا چہرہ، ڈاکٹر محمد طاہرالقادری، عوامی تحریک اور تحریک منہاج القرآن کے کارکنان کی جدوجہد کو مبنی بر صداقت ثابت کررہا ہے۔ آج افواج پاکستان جس میں بری، بحری، فضائی افواج شامل ہیں، قومی سلامتی کی محافظ ایجنسیز اور محبّ وطن سیاسی جماعتیں نواز شریف کی ملک دشمن سرگرمیوں کیخلاف ایک طرف کھڑی ہیں اور دشمن قوتوں کا آلہ کار اپنے ناپاک عزائم اور بیانیہ کے ساتھ دوسری طرف کھڑا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ریاستِ پاکستان کیخلاف ریشہ دوانیوں میں ملوث عناصر ذلت آمیز شکست اور انجام سے دو چار ہوں گے۔

آج شہدائے ماڈل ٹاؤن کی چوتھی برسی پر جہاں ہمارے دل غم سے نڈھال ہیں وہاں ہماری دلوں کو ایک اطمینان بھی میسر ہے کہ شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ورثاء اور پاکستان عوامی تحریک کے سربراہ ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی حصولِ انصاف کی جدوجہد 4 سال کے بعد بھی پوری طاقت، عزم، استقامت کے ساتھ جاری ہے اور حصولِ انصاف کی اس جدوجہد میں شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ورثاء کا قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہرالقادری پر غیر متزلزل یقین اور اعتماد کا اظہار قابلِ فخر اور قابلِ تقلید ہے۔ ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے گزشتہ گزرے ہوئے چار سالوں کا ہر دن حصولِ انصاف کی جدوجہد میں گزارا۔ الحمدللہ اس جدوجہد میں نہ قیادت کے عزم میں کوئی شکن آئی اور نہ ہی شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ورثاء کے عزم و ہمت اور حوصلے کو وقت کی نمرودی، فرعونی اور قارونی قوتیں متزلزل کرسکیں۔ ہم اس موقع پر چیف

☆ ایڈووکیٹ ہائی کورٹ و ترجمان سانحہ ماڈل ٹاؤن لیگل ٹیم

جسٹس آف پاکستان کے بھی شکر گزار ہیں کہ جن کے نوٹس لینے پر سانحہ ماڈل ٹاؤن روزانہ کی بنیاد پر زیرِ سماعت ہے۔

سب جانتے ہیں کہ سانحہ ماڈل ٹاؤن ایک منصوبہ بندی کا شاخسانہ ہے اس کا مقصد پاکستان عوامی تحریک کے سربراہ ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی حکومت کے ماورائے آئین و قانون طرزِ حکمرانی کیخلاف جدوجہد کو روکنا تھا۔ بیریئر کو ہٹانا تو ایک بہانہ تھا، اصل ایجنڈا ڈاکٹر طاہرالقادری اور ان کی تحریک کو ختم کرنا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے بدنیت اور بددیانت عناصر کو ان کے ناپاک ارادوں سمیت نشانِ عبرت بنا دیا۔ الحمدللہ ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی آواز اور تحریک منہاج القرآن کا پیغام پوری دنیا کے کونے کونے میں گونج رہا ہے۔ شریف برادارن اور ان کے حواریوں کی آج بھی کوشش ہے کہ سانحہ ماڈل ٹاؤن کو محض ایک حادثہ قرار دے کر کیس داخل دفتر کر دیا جائے لیکن حکومت کے سانحہ کے بعد کے اقدامات ثابت کرتے ہیں کہ یہ محض حادثہ نہیں تھا بلکہ منصوبہ بندی کا نتیجہ تھا۔ اگر یہ محض حادثہ ہوتا تو سانحہ کے فوری بعد قتل و غارت گری میں ملوث پولیس افسران کے خلاف سخت کارروائی ہوتی، انہیں بے گناہوں کی جانیں لینے پر برطرف کیا جاتا لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ سانحہ میں حصہ لینے والے تمام افسران اور اہلکاروں کو پرکشش عہدوں سے نوازا گیا، انہیں آؤٹ آف ٹرن ترقیاں دی گئیں، انہیں پسند کی تقرریاں دی گئیں، یہاں تک کہ پولیس کی مدعیت میں جھوٹی ایف آئی آر No.510/14 درج کر کے زخمی کارکنان اور مقتولین کے لواحقین کو گرفتار کر کے دنیا کی تاریخ میں ظلم وناانصافی کی نئی مثال قائم کردی۔ مقدمہ نمبر 510/14 میں JIT تشکیل پائی جس میں دو ایجنسیوں (MI, ISI) کی نمائندگی بھی شامل تھی۔ ان دونوں ایجنسیوں (MI,ISI) نے JIT میں کہا کہ اس FIR کو ختم ہونا چاہیے۔ دو ایجنسیوں (MI,ISI) کے نمائندوں نے FIR کے ختم کرنیکی وجوہات اپنے اختلافی نوٹ میں تفصیل سے ذکر کیں لیکن اس کے باوجود اس مقدمہ کا چالان انسداددہشت گردی کورٹ لاہور میں پیش کیا گیا اور جنوری 2015ء سے اب تک PAT کے بے گناہ افراد اس مقدمہ میں پیش ہو رہے ہیں، جس میں تقریباً 225 تاریخیں ہو چکی ہیں۔

JIT میں شامل MI, ISI کے اس اختلافی نوٹ کی موجودگی میں مقدمہ نمبر 510/14 کا چالان انسداددہشت گردی عدالت میں پیش نہیں کیا جا سکتا تھا اس لیے MI,ISI کے اس اختلافی نوٹ کو اس JIT کی رپورٹ سے علیحدہ کر لیا گیا۔ JIT رپورٹ کے آخر پر تمام JIT ممبران کے دستخط بھی موجود تھے اوردونوں ایجنسیوں (MI,ISI) کے نمائندوں نے اپنے دستخطوں کے ساتھ یہ بھی لکھا تھا Note of Dissent Attached تاکہ اختلافی نوٹ کو اس رپورٹ سے علیحدہ نہ کیا جاسکے۔ لیکن جب انسداد دہشت گردی کورٹ لاہور میں چالان پیش کیا گیا تو اس میں JIT کی رپورٹ کو چالان کے ساتھ Attach نہ کیا گیا تاکہ اختلافی نوٹ کا علم نہ ہوسکے کیونکہ اس اختلافی نوٹ کی موجودگی میں انسداددہشت گردی کورٹ میں مقدمہ نمبر 510/14 کا چالان پیش نہیں کیاجا سکتا تھا۔ اسطرح اس مقدمہ میں PAT کے بے گناہ افراد کاانسداد دہشت گردی کورٹ میں ٹرائل ہو رہا ہے۔

☆ سانحہ ماڈل ٹاؤن کے بعد تشکیل دیئے گئے جسٹس باقر نجفی کمیشن کی رپورٹ کو بھی حکومت نے جب 3 سال تک پبلک نہ کیا تو مورخہ 24 اگست 2017ء کو شہداء کے ورثاء اور زخمیوں کی طرف سے لاہور ہائی کورٹ میں رپورٹ کو پبلک کرنے اور سانحہ ماڈل ٹاؤن کے متاثرین کو رپورٹ فراہم کرنے کے حوالے سے WP.No:62821/17 دائر کی تھی جس کی جسٹس مظاہر علی اکبر نقوی جج لاہور ہائی کورٹ نے سماعت کی اور سیکرٹری ہوم ڈیپارٹمنٹ، گورنمنٹ آف پنجاب کو حکم دیا کہ فوری طور پر سانحہ ماڈل ٹاؤن کے متاثرین کو رپورٹ مہیا کی جائے لیکن لاہور ہائی کورٹ کے حکم کے باوجود سیکرٹری ہوم ڈیپارٹمنٹ نے شہداء کے متاثرین کو رپورٹ فراہم نہ کی بلکہ اس آرڈر کے خلاف لاہور ہائی کورٹ میں ICA No. 77347/17 دائر کردی جس کو لاہور ہائی کورٹ لاہور کے فل بنچ جسٹس عابد عزیز شیخ، جسٹس شہباز رضوی اور جسٹس قاضی محمد امین نے سماعت کی اور مورخہ 24 نومبر 2017ء کو گورنمنٹ کی اس اپیل کو خارج کردیا گیا۔

NOTE OF DISSENT

A JIT was composed by Govt of Punjab, Home Department vide its letter number SO/SPL-CTC)11-1/2-14 dated 21 June 2014 to investigate Model Town incident of 17 June 2014. We, the undersigned after carrying out investigation being part of JIT, opine that the investigation of case remains inconclusive due to following reasons:-

a. PAT/MQI did not accept composition of JIT being convened by Punjab Police. They neither appeared before JIT nor presented any evidence in their favor. The non appearance by PAT/MQI resulted in investigation of case basing on single version. Thus JIT remains as inconclusive due to non provision of substantial evidences by PAT/MQI

b. The FIR of case as lodged by police become the basis of investigation. During the investigation, the said FIR has been found lacking credible information thus making the said FIR questionable. Hence, the same needs to be quashed.

c. During investigation, the record produced by the complainant i.e police further questions the credibility of registered FIR i.e record of weapons used by police and complete particulars of those who participated in Model town incident were not produced. Thus the investigation remains vague and inconclusive.

d. During investigation, those responsible in the complete chain did not appear before the investigation team which was thus not comprehensive enough and as such unable to fix responsibility on anyone squarely.

e. In view of reasons mentioned above, vague and generalized investigation, we consider this investigation as inconclusive as it is unable to objectively determine charges and fix responsibility on those responsible for Model town incident.

Lt Col
Mian Irfan Amin
(Inter Services Intelligence Lahore)
(Member JIT)
Dated: 22 Aug 2014

Lt Col
Yasir Kayani
(Military Intelligence Lahore)
(Member JIT)
Dated: 22 Aug 2014

انٹرا کورٹ اپیل کے خارج ہونے کے بعد گورنمنٹ نے مجبور ہوکر اس رپورٹ کو پبلک کردیا اور سانحہ ماڈل ٹاؤن کے متاثرین کو بھی رپورٹ فراہم کردی گئی۔ جسٹس علی باقر نجفی کمیشن رپورٹ میں سانحہ ماڈل ٹاؤن میں تمام قتل وغارت گری کا ذمہ دار حکومت پنجاب اور پولیس کو قرار دیا ہوا ہے۔

لیکن افسوس کے آج تک جسٹس علی باقر نجفی کمیشن رپورٹ کے ساتھ منسلکہ دستاویزات، بیانِ حلفی، ٹیلی فون ریکارڈز وغیرہ فراہم نہیں کیا گیا۔ اس سلسلہ میں سیکرٹری ہوم ڈیپارٹمنٹ کو بھی متعدد خطوط لکھے لیکن اس کے باوجود جسٹس علی باقر نجفی کمیشن رپورٹ کے ساتھ منسلکہ دستاویزات فراہم نہ کی گئی ہیں اور اسطرح مقدمہ نمبر 510/14 (پولیس مدعی) اور مقدمہ نمبر 696/14 (مدعی ادارہ) کی تفتیش کے لئے بننے والی JIT کی رپورٹ بھی آج تک فراہم نہ کی گئی اور نہ ہی دونوں مقدمات میں JIT رپورٹ کسی ریکارڈ پر موجود ہیں۔ اب ہم نے لاہور ہائی کورٹ میں JIT رپورٹ کے حصول کے لئے رٹ دائر کررکھی ہے۔

دھرنے کے دوران مذاکرات میں یہ یقین دہانی کرائی گئی تھی کہ JIT غیر جانبدار اور مدعی فریق کی اتفاق رائے سے

بنائی جائے گی مگر حکومت نے وعدہ سے انحراف کرتے ہوئے اپنی مرضی سے اپنے من پسند اور زیرِ اثر افسران پر مشتمل JIT کا نوٹیفکیشن جاری کر دیا۔ JIT کا سربراہ پہلے لاہور اور گوجرانوالہ میں انہی ملزمان کے ماتحت اپنے فرائض سرانجام دے چکا تھا۔ لہٰذا اُس کی سربراہی کا اعلان ہوتے ہی پاکستان عوامی تحریک کی طرف سے اِس پر باضابطہ احتجاج ریکارڈ کرایا گیا اور حکومت کو غیر جانبدار JIT تشکیل دینے کا وعدہ یاد کرایا گیا مگر حکومت اپنی مرضی کی تفتیشی رپورٹ حاصل کرنے کے لیے اِس JIT کو تبدیل کرنے پر رضامند نہ ہوئی۔ جس پر انسپکٹر جنرل پولیس پنجاب کو بذریعہ تحریری لیٹرز کے ذریعے غیر جانبدار JIT بنانے کے لئے بارہا درخواستیں ارسال کیں لیکن ان درخواستوں کو نظر انداز کردیا گیا اور اس JIT سے اپنی مرضی کے مطابق یک طرفہ غیر منصفانہ اور بے بنیاد رپورٹ تیار کروائی گئی۔

مشتاق احمد سکھیرا سانحہ ماڈل ٹاؤن کے دوران آئی جی پنجاب تھا اور جس کو سپیشل ٹاسک کے طور پر مورخہ 15 جون 2014ء کو ایک نوٹیفکیشن کے ذریعہ سپیشل طور پر سانحہ ماڈل ٹاؤن کے لئے لایا گیا تھا۔ اس سے پہلے آئی جی پنجاب خان بیگ تھے جنہوں نے ادارہ منہاج القرآن اور ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی رہائش گاہ پر آپریشن کرنے سے انکار کردیا تھا۔ مشتاق احمد سکھیرا آئی جی پنجاب جو ہمارا ملزم بھی ہے اس نے اس مقدمہ کی تفتیش کے لیے JIT تشکیل دی۔

اس مقدمہ میں سابق وزیراعظم پاکستان میاں نوازشریف، وزیراعلیٰ پنجاب میاں شہبازشریف، وفاقی وصوبائی وزراء، پولیس آفسران بطور ملزمان نامزد تھے اس لئے بددیانتی سے تفتیش کرتے ہوئے ان نامزد ملزمان کے خلاف کوئی کاروائی نہ کی گئی۔ بلکہ عدالت میں صرف 2 پولیس اہلکاران کا چالان جبکہ 4 پولیس اہلکاران کا اس مقدمہ میں اشتہاری ہونے کی وجہ سے چالان پیش کیا گیا۔ اس طرح اس کیس میں صرف 6 پولیس اہلکاران کا عدالت میں چالان پیش کیا گیا اور مکمل چالان دسمبر 2015ء میں انسداددہشت گردی کورٹ میں پیش ہوا تو تمام پولیس آفیسرز اور گورنمنٹ کے بااثر افراد کو اس کیس سے نکال دیا گیا۔

PAT کے 42 کارکن جو مقدمہ نمبر 510/14 (پولیس مدعی) میں بحیثیت ملزم پیش ہو رہے تھے تو ان 42 کارکنان کو بھی اپنا مقدمہ 696/14 میں بھی ملزم قراردے دیا گیا۔ جب چالان ان 42 کارکنان کے خلاف انسداددہشت گردی کورٹ میں پیش کیا گیا تو اپنے ہی مقدمہ میں بھی ادارہ منہاج القرآن اور PAT کے کارکنان کی ضمانتیں کروائی گئیں۔ اس مقدمہ میں بھی عوامی تحریک کے کارکنان کا ناحق چالان کردیا گیا جس سے ان کی مکمل بددیانتی سامنے آگئی۔

اس صورتِ حال میں استغاثہ دائر کرنے کے بغیر کوئی چارہ نہ تھا۔ ہمارے پاس جو شہادتیں موجود تھیں ان کو Collect کر کے اور پوسٹ مارٹم رپورٹس، مضروبان وقوع ہذا کی ڈاکٹری ملاحظہ جات بڑی تگ و دو کے بعد جناح ہسپتال، جنرل ہسپتال اور میاں منشی ہسپتال سے نقول ملاحظہ جات MLC, حاصل کیے گئے۔ یہ دستاویزات حکومت کی بے شمار رکاوٹیں کھڑی کرنے کے باوجود حاصل کی گئیں اور جب اس مقدمہ میں ہر قسم کی قانونی راہ اختیار کرنے کے باوجود دادرسی نہ ہوسکی تو مورخہ 15 مارچ 2016ء کو انسداد دہشت گردی کورٹ میں استغاثہ دائر کردیا گیا۔

اس استغاثہ میں 56 زخمی چشم دید گواہان کے بیانات مورخہ 20 دسمبر 2016ء کو مکمل ہوئے۔ اس کے علاوہ سانحہ ماڈل ٹاؤن سے متعلقہ تمام ثبوت جو ہمارے پاس موجود تھے وہ بھی انسداددہشت گردی عدالت لاہور میں جمع کروادیے گئے۔

ملزمان کی طلبی سے پہلے انسداددہشت گردی کورٹ میں ضابطہ فوجداری کی دفعہ 94 کے تحت درخواست دی تھی کہ جسٹس علی باقر نجفی کمیشن رپورٹ کو منگوایا جائے اور اس رپورٹ کو استغاثہ کا حصہ بنایا جائے لیکن انسداددہشت گردی کورٹ نے مورخہ 29 ستمبر 2016ء کو ہماری درخواست خارج کردی۔ اس آرڈر کے خلاف لاہور ہائی کورٹ میں WP.No 33522/16 دائر کی۔ لاہور ہائی کورٹ کے جسٹس یاور علی کی سربراہی میں فل بنچ نے سماعت کی اور مورخہ 5 دسمبر 2016ء کو لاہور ہائی کورٹ کے فل بنچ نے یہ رٹ خارج کردی۔ اب

ہم لاہور ہائی کورٹ لاہور کے فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ گئے ہوئے ہیں۔لیکن ابھی تک اس کیس کی سماعت نہیں ہوئی ہے۔

مورخہ 7فروری 2017ء کو انسداددہشت گردی عدالت لاہورنے سانحہ ماڈل ٹاؤن کیس میں 124 ملزمان کو طلب کیا جس میں کانسٹیبل سے لیکر آئی جی تک شامل تھے، ان کے ساتھ ساتھ دیگر افراد جس میں DCO کیپٹن (ر) عثمان TMO نشتر ٹاؤن علی عباس، AC ماڈل ٹاؤن طارق منظور چانڈیو بھی شامل تھے۔ جو اس سانحہ میں ملوث ہیں جبکہ جن افراد کے حکم سے یہ ریاستی دہشت گردی اور قتل وغارت گری ہوئی تھی انکو انسداددہشت گردی کورٹ لاہور نے طلب نہیں کیا تو گورنمنٹ کے ان افراد کو طلب نہ کرنے پر لاہور ہائی کورٹ لاہور میں رٹ دائر کی ہوئی ہے جو کہ ابھی تک لاہور ہائی کورٹ کے فل بنچ جسٹس قاسم خاں کی سربراہی میں زیر سماعت ہے۔جس میں 11 مئی 2018ء تاریخ پیشی مقرر ہے۔

انسداددہشت گردی کورٹ میں جن پولیس ودیگر ملزمان کو طلب کیا تھا ان پر مورخہ 12 اپریل 2016ء کو فرد جرم عائد کردی گئی ہے اور اب ان ملزمان کے خلاف ٹرائل شروع ہوگیا ہے۔لیکن جب تک لاہور ہائی کورٹ سے اُن 12 گورنمنٹ ودیگر بیوروکریٹس کے حوالے سے فیصلہ نہیں ہوتا ہے اس وقت تک انسداددہشت گردی کورٹ میں بھی کاروائی کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ ایک بھی ملزم اس کیس میں مزید آجاتا ہے تو پھر دوبارہ فرد جرم عائد ہوگی اور پھر دوبارہ شہادتوں کا آغاز ہوگا۔

سانحہ میں ملوث افسران کی ترقیاں اور تقرریاں

سانحہ ماڈل ٹاؤن ایک منصوبہ بندی کے تحت ہوا تھا جس میں گورنمنٹ نے پولیس کے ذریعہ یہ ریاستی دہشت گردی کروائی تھی۔ اس لئے کسی بھی پولیس آفیسر یا دیگرافراد کے خلاف آج تک کوئی کاروائی نہ کی گئی بلکہ انہیں مراعات اور عہدوں سے نوازا گیا۔

ا۔ رانا ثناء اللہ وزیر قانون پنجاب جو سانحہ ماڈل ٹاؤن میں براہ راست ملوث ہے، اس کو سانحہ ماڈل ٹاؤن کے بعد وزیر قانون پنجاب کے عہدے سے ہٹادیا گیا تھا، رانا ثناء اللہ نے اپنا بیان حلفی جسٹس علی باقر نجفی کمیشن میں بھی ریکارڈ کروایا اور 11 ماہ بعد دوبارہ وزیر قانون بنادیا گیا جو کہ اب بھی وزیر قانون ہی ہے۔ سانحہ ماڈل ٹاؤن میں قتل وغارت گری کی منصوبہ بندی کو عملی جامہ پہنانے کے لئے مورخہ 16 جون 2014ء کو رانا ثناء اللہ کی ہی زیر صدارت سول سیکرٹریٹ لاہور میں اجلاس ہوا تھا۔جس میں اس بات کا فیصلہ کیا گیا تھا کہ ادارہ منہاج القرآن اور ڈاکٹر طاہرالقادری کی رہائش گاہ کے اردگرد رکاٹوں کو ہٹانے کے بہانے دھاوابولا جائے اور جو بھی شخص اس میں رکاوٹ بنے گا اسکو ختم کر دیا جائے۔

۲۔ وزیر اعلیٰ کے سابق پرنسپل سیکرٹری ڈاکٹر توقیر شاہ جو کہ سانحہ ماڈل ٹاؤن میں براہ راست ملوث ہے اسکو سانحہ ماڈل ٹاؤن کے بعد پرنسپل سیکرٹری کی ذمہ داری سے سبکدوش کردیا گیا۔ڈاکٹر توقیر شاہ نے اپنا بیان جسٹس علی باقر نجفی کمیشن میں بھی ریکارڈ کروایابعدازاں ڈاکٹر توقیر شاہ کو مراعات کے طور پر جنیوامیں W.T.O کا سفیر لگادیا گیا۔

۳۔ IG پنجاب خان بیگ نے جب ادارہ منہاج القرآن اور ڈاکٹر طاہرالقادری کی رہائش گاہ پر آپریشن کرنے سے انکار کردیا تو مورخہ 15-06-2014 کو مشتاق احمد سکھیرا کو IG پنجاب بنایا گیا جس کو سانحہ ماڈل ٹاؤن کے لئے سپیشل ٹاسک دیا گیا۔ اس نے گورنمنٹ کے دیے گئے ٹاسک کو پورا کیا۔اب مشتاق احمد سکھیرا کو ریٹائر منٹ کے بعد مراعات کے طور پر وفاقی ٹیکس محتسب لگایا گیا جو کہ ایک Constitutional Post ہے۔

۴۔ رانا عبدالجبارجوکہ سانحہ ماڈل ٹاؤن کے دوران DIG آپریشن تھا اور اس سانحہ کا مرکزی ملزم بھی ہے جس نے سانحہ ماڈل ٹاؤن کی مکمل نگرانی کی اور موقع پر موجود پولیس فورس کو ہدایات دیتا رہا اور دیے گئے ٹاسک کومکمل کرکے مورخہ 17جون 2014ء کو تقریباً 1 بجے دوپہر فون پر IG پنجاب مشتاق احمد سکھیرا کو رپورٹ دی کہ یہ ٹاسک مکمل ہوگیا ہے، اسے سانحہ ماڈل ٹاؤن کے بعد OSD بنادیا گیا۔ چند ماہ

OSD رہنے کے بعد اب رانا عبدالجبار Counter CTD Terrorism Department میں DIG ہے اور اس ڈیپارٹمنٹ کو Head کر رہا ہے۔

۵۔ طارق عزیز جو سانحہ ماڈل ٹاؤن کے دوران ایس پی ماڈل ٹاؤن تھا۔ یہ بھی سانحہ ماڈل ٹاؤن کا مرکزی ملزم ہے۔ یہ ہی سب سے پہلے پولیس فورس کو رات 1 بجے ڈاکٹر طاہرالقادری کی رہائش گاہ کی طرف لے کر گیا تھا۔ سانحہ ماڈل ٹاؤن میں اس کا بڑا کردار ہے۔ اب طارق عزیز SP ڈسپلن ہے۔

۶۔ سلمان علی خاں جو سانحہ ماڈل ٹاؤن کے دوران SP سیکورٹی تھا۔ پہلی JIT FIR 510/14 (مدعی پولیس) نے اسکو اس سانحہ کا مرکزی ملزم قرار دیا تھا اور اس سانحہ کی زیادہ ذمہ داری اس پر ڈالی تھی کیونکہ یہ ایس پی سیکورٹی تھا اور JIT کے سامنے دوران تفتیش سلمان علی خاں نے اپنے بیان میں تسلیم کیا کہ اس نے فائرنگ کی اور ریکارڈ کے مطابق مجاہد فورس، ایلیٹ فورس اور دیگر فورسز سلمان علی خاں (SP سیکورٹی) کے حکم سے آئی تھی۔ یہ شخص ویڈیو فوٹیج میں SMG گن سے فائرنگ کرتے ہوئے واضح طور پر دیکھا بھی جا سکتا ہے۔ SP سلمان علی خاں نے ہی سانحہ ماڈل ٹاؤن کے دوران ادارہ کو Take Over کرنے کا بھی کہا تھا۔ SP سلمان علی خاں کو جب JIT نے گنہگار ٹھہرایا تو یہ فرار ہوگیا اور اشتہاری ہوگیا تھا۔ اب جب گرفتار پولیس ملزمان کی ضمانتیں مقدمہ نمبر 510/14 میں ہوگئیں تو یہ سلمان علی خاں SP نے بھی ضمانت کے لیے عدالت سے رجوع کر لیا اور پولیس افسران کے ساتھ سازباز کر کے ضمانت کیس میں پولیس رپورٹ اپنے حق میں کروالی کہ ”صفحہ مثل پر ان کے خلاف کوئی ٹھوس شہادت موجود نہیں ہے اس لیے ضابطہ فوجداری کی دفعہ 169 کے تحت ان کی گرفتاری کو التواء کیا جاتا ہے۔ جب ان کے خلاف کوئی ٹھوس شہادت آئے گی تو پھر دیکھیں گے“۔

جب یہ رپورٹ پولیس کی طرف سے عدالت میں پیش کی گئی تو انہوں نے اپنی درخواست ضمانت کو واپس لے لیا کیونکہ اب پولیس اور حکومت کے ساتھ سازباز کرنے کے بعد سلمان علی خاں کو ضمانت کروانے کی ضرورت نہ رہی تھی۔ سلمان علی خاں کو ضمانت کے بعد مراعات کے طور پر اب ڈی، آئی، جی اسٹیبلشمنٹ تعینات کر دیا گیا ہے۔

۷۔ شیخ عامر سلیم سانحہ ماڈل ٹاؤن کے دوران SHO سبزہ زار تھا۔ مقدمہ نمبر 510/14 (مدعی پولیس) کی JIT نے منہاج القرآن کے ورکرز پر سیدھی فائرنگ کرنے پر اس کو گرفتار کرلیا تھا اور اب جب دیگر پولیس والوں کی اس مقدمہ میں ضمانتیں ہوئیں تو شیخ عامر سلیم (SHO) نے بھی Rule of Consistency کی بنیاد پر انسداد دہشت گردی کورٹ سے ضمانت لے لی۔ ضمانت پر رہائی کے فوری بعد مراعات کے طور پر اس کو نشتر کالونی لاہور کا SHO لگادیا گیا کیونکہ نشتر کالونی کے علاقے میں جواء، شراب خانے کافی موجود ہیں۔ تھانہ نشتر کالونی کو کافی Monthly آتی ہے اسی وجہ سے اس تھانہ نشتر کالونی کا شیخ عامر سلیم کو SHO لگایا گیا اور مراعات کے طور پر کچھ رقم اور گاڑی بھی دی گئی۔ چند دن پہلے نشتر کالونی تھانہ میں ایک شخص پر تشدد کرتے ہوئے اسکی ویڈیو فوٹیج منظر عام پر آئی تھی جس پر اسکو معطل کیا گیا لیکن سانحہ ماڈل ٹاؤن کا ملزم ہونے کے ناطے فوری طور پر اس کو بحال کر کے SHO تھانہ فیکٹری ایریا لگادیا گیا ہے۔

۸۔ باقی جو 6 پولیس اہلکار اس مقدمہ نمبر 510/14 (مدعی پولیس) کی JIT نے بھی ان کو بھی فائرنگ کرنے پر ملزم ٹھہرایا تھا اور گرفتار تھے، ان کی ضمانتیں بھی ہوگئیں اور ان اہلکاروں کو بھی مراعات کے طور پر ان کے عہدوں پر بحال کر دیا گیا۔

پوری قوم کی نظریں سانحہ ماڈل ٹاؤن کے انصاف پر ہیں۔ ان شاء اللہ آخری فتح شہداء کے خون کی ہوگی۔ اشرافیہ انسانیت اور آئندہ نسلوں کے خلاف گھناؤنے اقدامات کی بد ترین مجرم ہے۔ انہوں نے کرسی بچانے کیلئے سانحہ ماڈل ٹاؤن کا خونی کھیل کھیلا، اللہ نے کرسی بھی چھین لی اور عزت بھی اور بہت جلد لوٹ مار کی دولت بھی ان کے ہاتھ سے نکل جائے گی۔

❁❁❁❁❁

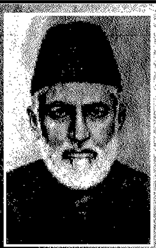

’’حرم کے درد کا درماں‘‘

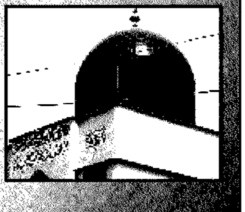

فریدِ ملّت ڈاکٹر فرید الدین قادریؒ سے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری تک

محمد فاروق رانا

یہ حکمتِ ملکوتی، یہ علمِ لاہوتی
حرم کے درد کا درماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

یہ ربِ لم یزل کی منشا ہے کہ وہ چاہے تو کسی کو اپنے دین کی خدمت کا فریضہ سونپ دے یا پھر اسے دنیا میں مگن کر کے اور اس کو شہوات و لذات کے تابع کر کے ذلیل و رسوا کر دے۔ یہ سب کچھ اس کے دستِ قدرت میں ہے۔ اگر وہ ذات اپنے کسی بندے کو دین کی خدمت پر مامور کر دے تو اُس بندۂ حر کے لیے اِس سے بڑھ کر سعادت کی بات اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ وہ اپنے دین کے فروغ کے لیے چنیدہ بندوں ہی کو منتخب فرماتا ہے۔ اس کے جواز میں بندے کی وہ ادائیں اور رویے کار فرما ہوتے ہیں، جو اس کی عبادات و ریاضات اور خشیتِ الٰہی کے سبب اس کی فطرتِ ثانیہ بن جاتے ہیں۔ پھر اس کے راست متناسب رحمان اور رحیم رب اس پر اپنی نوازشات و انعامات کا ایک لامتناہی سلسلہ وا کر دیتا ہے۔ اسے فہم و فراست کے بحرِ بے کراں میں غوطہ زن ہونے کے تمام تر ممکنہ مواقع فراہم کرتا ہے تاکہ وہ رحمت کے اس بحرِ ناپایاب سے خودی کا گوہر نایاب تلاش کر لائے۔ یہ وہ گوہر ہے جسے صوفیا و عرفا مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ سے تعبیر کرتے ہیں۔ یعنی جس نے اپنے من کو پہچان لیا، اس نے گویا اپنے رب کو پہچان لیا۔ یہ مقام برگزیدہ ہستیوں ہی کو تفویض ہوتا ہے۔ اس مقام کے لیے عرفانِ ذات، شعورِ زیست، حقِ بندگی اور اپنی ذات کا کامل احساس جیسے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔ اقبالؒ کہتے ہیں:

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن، اپنا تو بن

اللہ رب العزت جب کسی کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں تو اسے دین کا شعور عطا کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ قرآنِ مجید فرماتا ہے:

یُؤْتِی الْحِکْمَةَ مَنْ یَّشَآءُ ج وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا. (البقرة، ۲/۲۶۹)

’’جسے چاہتا ہے دانائی عطا فرما دیتا ہے اور جسے (حکمت و) دانائی عطا کی گئی اسے بہت بڑی بھلائی نصیب ہوگئی۔‘‘

پھر جب یہ شعور حاصل ہو جائے تو انسان معرفتِ الٰہی کے بلند ترین درجات پر فائز ہو جاتا ہے۔ اللہ کی نظر میں اس کی وقعت و حیثیت وہ نہیں رہتی جو عام لوگوں کی ہوتی ہے۔ وہ عمومیت سے نکل کر خصوصیت کے درجے پر فائز ہو جاتا ہے اور جب وہ مقربین میں شامل ہو جاتا ہے تو پھر حکیم الامت کے مطابق وہ مَر کر بھی زندہ ہی رہتا ہے۔ علامہ اقبالؒ کے اس آفاقی فلسفہ پر غور کیجیے:

ہو اگر خود نگر و خود گر و خود گیر خودی
یہ بھی ممکن ہے کہ تو موت سے بھی مر نہ سکے

انبیاء کرام علیہم السلام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، شہداء عظام، صوفیاء

کبار، ائمہ و شیوخ الاسلام اور صالحینِ ذی احترام کی مبارک زندگیاں اس شعر کی مصداق ہیں۔ یہ سعید ہستیاں دنیا سے رخصت ہو جانے کے باوجود آج بھی زندہ و تابندہ ہیں۔ ان کے کارنامے انہیں انسانیت کے شعور و احساس میں زندہ و تابندہ کیے ہوئے ہیں۔ وہ لوگوں کے رگ و ریشے میں پیوست ہیں اور یوں لگتا ہے کہ گویا وہ ہم میں موجود ہیں؛ سانس لے رہے ہیں اور ہم ان کی سیرت و اعمال کو دیکھ دیکھ کر اپنے اعمال و کردار کا قبلہ درست کر رہے ہیں۔

ہم یہاں ایک ایسی ہی ہستی پر مختصر مگر جامع انداز میں روشنی میں ڈالیں گے، جو ہمہ جہت شخصیت کی حامل ہے۔ جن میں ''حکمتِ ملکوتی'' کے جوہر بھی کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے اور ان پر ''علمِ لاہوتی'' کے اسرار بھی فاش تھے، پھر ''حرم کے درد کا درماں'' کی تو بات ہی کیا کرنی! وہ تو روزِ اول سے ان کی ذات میں پیوست تھا، بلکہ یوں کہا جائے تو مبالغہ نہ ہو گا کہ ان کی سرشت کا جزو لا ینفک تھا۔ وہ ایک طرف تو جدید عصری علوم سے آراستہ و پیراستہ تھے، جب کہ دوسری جانب سلوک و تصوف کے ارفع و اعلیٰ مناہج پر براجمان تھے۔ ان کی تمام عمر دین کی سربلندی و سرفرازی میں صرف ہوئی۔ ایک پل کے لیے بھی مخلوقِ الٰہی کی خدمت اور دینِ اسلام کی دعوت و تبلیغ سے غافل نہیں ہوئے۔ اس شخصیت کو فریدِ ملت ڈاکٹر فرید الدین قادریؒ کے نام سے جانا جاتا ہے۔

ڈاکٹر فریدالدین قادری 1918ء میں جھنگ کی سرزمین پر میاں اللہ بخش سیال کے گھر پیدا ہوئے۔ میاں اللہ بخش ایک نیک سیرت اور درویش صفت انسان تھے۔ ان کے آباؤ اجداد کئی پشتوں سے نرم خوئی، سادگی، شرافت، شفقت، فقر اور صوفیانہ مزاج کے حامل تھے۔ اس خاندان میں تصنع، بناوٹ، دنیا داری اور نمود و نمائش جیسی کوئی شے نہیں پائی جاتی تھی۔

فرید الدین کو علم سے وابستگی فطرت میں ملی تھی۔ وہ اوائل عمری ہی سے انتہائی ذہین و فطین تھے۔ انہیں علم کے زیور سے آراستہ کرنے کے لیے اسکول میں داخل کرایا گیا۔ انہوں نے اپنی فطری صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ہر جماعت میں اول آنے کا اعزاز قائم رکھا۔ ذہانت و فطانت اور ادب کی خوبیوں سے آراستہ ہونے کے سبب وہ اپنے اہلِ خانہ، اساتذہ اور اہلِ علاقہ کی آنکھوں کا تارا بنے رہے۔ نامساعد حالات کے سبب وہ اپنی تعلیم کا شان دار سلسلہ کچھ عرصے کے لیے جاری نہ رکھ سکے۔ ان کے والدِ گرامی نے انہیں اسکول سے ہٹا کر مروجہ فنِ طب میں مہارت کے لیے ایک طبیب کی شاگردی میں دے دیا تاکہ آنے والے وقت میں پیشہ ورانہ طبیب بن کر اپنے معاشی مسائل کا حل تلاش کر سکیں۔ علمی و ادبی ذوق رکھنے کے سبب فرید الدین کی طبیعت اس جانب مائل نہ ہوئی اور وہ جلد ہی اکتاہٹ کا شکار ہو گئے، کیونکہ ان میں علمی تشنگی کا احساس روز افزوں ترقی پاتا چلا جا رہا تھا۔ فطرت میں علم کی پیاس جیسی نعمتِ عظمیٰ سے متصف تھے۔ اس لیے اپنے مطمعِ نظر کے حصول کے لیے کچھ کر گزرنے کے لیے ہر لحظہ چاک و چوبند تھے جبکہ ان کے والدِ بزرگوار اس بات پر کسی صورت رضامند نہ ہوتے تھے۔ حتیٰ کہ فرید الدین کے تعلیمی سلسلہ کو جاری رکھنے کے لیے ان کے اساتذۂ کرام نے بھی کئی مرتبہ ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر تمام کوششیں لاحاصل رہیں۔

آخر کار فرید الدین کی والدہ محترمہ جو اپنے جگر گوشے کے کرب کو شدت کے ساتھ محسوس کر رہی تھیں، ان سے رہا نہ گیا اور انہوں نے اپنے بیٹے کے لیے کچھ کر گزرنے کی ٹھانی۔ انہوں نے اپنے فرزند کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کرنے کے لیے اپنے تمام تر زیورات بیچ ڈالے اور حاصل شدہ رقم اپنے جگر گوشہ کو تھما دی تاکہ وہ کسی علمی مرکز پر پہنچ کر اپنی تشنگی کا مداوا کر سکیں۔ انہوں نے یہ رقم لے کر شہرِ اقبال کا رخ کیا۔ یہاں میٹرک میں داخلہ لے لیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں میٹرک کا امتحان امتیازی نمبروں سے پاس کر لیا۔ اس کے ساتھ ساتھ درسِ نظامی کی اعلیٰ کتب کبار اساتذہ سے سبقاً پڑھنے کا اعزاز حاصل ہوا۔ یوں انہیں عصری اور دینی علوم کی تحصیل کا حسین امتزاج میسر آیا۔ اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے ہندوستان کے علمی و ادبی مرکز لکھنو کا رخ کیا۔ وہاں کی علمی و ادبی فضا ان کے رجحانِ طبع کے عین موافق تھی۔ ملک بھر کے اکابر علماء، شعراء اور ادباء بھی وہاں موجود تھے۔

انہوں نے لکھنؤ کے جوائنٹ طبیہ کالج میں داخلہ لے لیا،

اسی سے متصل کنگ جارج میڈیکل کالج کی جدید طرزِ تعمیر سے مزین عمارت بھی اپنے حسن کی جلوہ سامانیوں سے نظروں کو اپنی جانب راغب کرتی تھی۔ گویا ایک طرف قدیم طب تھی تو دوسری جانب جدید میڈیکل سائنس۔ اس طرح ان کے جدید طریقۂ تدریس کے مطابق کبھی طلبہ طبیہ کالج میں اکٹھے ہو کر درس لیتے اور کبھی دونوں کالجز کے طلبہ کنگ ایڈورڈ کالج میں جمع ہو کر جدید میڈیکل سائنس سے بہرہ ور ہوتے۔ اس قدیم و جدید کی دلکش فضا نے فرید الدین کو قدیم و جدید علوم وفنون سے استفادے کا بھرپور موقع فراہم کیا۔

لکھنؤ کی ادبی فضا نے ان کے ادبی ذوق کو بھی مہمیز کیا اور انہوں نے امیر مینائی کے فرزند شکیل مینائی سے فنِ سخن وری کے اسرار و رموز سے شناسائی حاصل کی۔ اسی دوران میں ایسے ایسے عمدہ اشعار کہے کہ جس سے حیرانی بھی ہوتی ہے کہ آیا یہ ایسے شخص کے اشعار ہیں، جو پنجاب کے دور اُفتادہ علاقے جھنگ سے تعلق رکھتا ہے، جہاں اردو شاعری تو دور کی بات اردو بولنے والے بھی خال خال ہی نظر آتے تھے۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ان کا شعری دیوان زمانے کی نظر ہو گیا۔ چند ایک فن پارے کسی طرح سے بچ گئے، جن میں سے یہ نعتیہ اشعار ان کی فنِ شاعری میں کامل مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ اشعار دیکھیے:

السلام اے مطلعِ صبحِ ازل
السلام اے جانِ ہر نثر و غزل
السلام اے قلزمِ جود و سخا
السلام اے مصدرِ حمد و ثنا

تعلیم مکمل ہونے کے بعد ڈاکٹر فرید الدین قادری گھر لوٹ آئے اور فلاحِ انسانیت کے جذبے سے سرشار ہو کر انسانیت کی خدمت میں مگن ہو گئے۔ اسی دوران میں وہ محکمہ صحت میں ملازم بھی ہوگئے لیکن انسانیت کی خدمت کا مشغلہ ترک نہ کیا، کیونکہ ان کے من میں ایک ایسا غم پنپ رہا تھا جو ان کے لیے حرزِ جان بنا ہوا تھا اور وہ تھا اُمت مسلمہ کی حالتِ زار کا غم۔ وہ مسلمانوں کے دورِ انحطاط پر خون کے آنسو روتے تھے۔

ڈاکٹر فرید الدین قادری اس بات کے شدید خواہی تھے کہ ملتِ اسلامیہ اپنی کھوئی ہوئی شان و شوکت اور عظمت و جلال کو پھر سے حاصل کرلے کیونکہ وہ کبھی دنیا کی سپر پاور تھے اور پوری دنیا میں ان کے علم وفضل کے چرچے تھے۔ پورا عالم ان کے علمی و تحقیقی کارناموں سے بھرپور استفادہ کرتا تھا۔ مغربی دنیا زندگی کے مختلف شعبوں میں مسلمانوں کی اِنقلاب آفریں ایجادات کی صمیمِ قلب سے معترف تھی۔ بغداد شہر جو اپنے عروج کے زمانے میں عروس البلاد کہلاتا تھا، مسلمانوں کے علمی مرکز کا درجہ رکھتا تھا۔ تمام اسلامی ریاست سے اعلیٰ پائے کے دماغ وہاں جمع ہوتے تھے اور علوم وفنون کی ترقی میں نمایاں خدمات سرانجام دیتے تھے۔ علم وفن میں ان کی فوقیت اور برتری کا یہ عالم تھا کہ یورپ کے لوگ بھی وہاں کی درس گاہوں سے علم کے نایاب خزینے سمیٹنے کو اعزاز تصور کرتے تھے۔ وہ اس بات کی شدید خواہش رکھتے تھے کہ کسی بھی طرح انہیں مسلمانوں کے تعلیمی اداروں میں داخلہ نصیب ہوجائے تاکہ وہ بھی ان کی طرح جدید علوم و فنون میں مہارتِ تامہ حاصل کرلیں۔

جب مسلمان یورپ کی سرزمین ہسپانیہ کو اپنا مرکز بناتے ہیں تو وہاں بھی ان کی علمی برتری کا یہی عالم دیکھنے میں آیا۔ انہوں نے ہسپانیہ پر آٹھ سو سال پر محیط طویل عرصے تک حکومت کی۔ اس دوران ایسے ایسے سائنس دان پیدا ہوئے کہ جن کی تحقیقات آج بھی مسلمہ حیثیت کی حامل ہیں۔ مسلم تہذیب و تمدن کے گہوارہ قرطبہ شہر میں ایک جدید ترین یونیورسٹی قائم تھی۔ اس کے علاوہ مسلم تہذیب کی نمائندہ پرجلال و پُرشکوہ مسجدِ قرطبہ بھی وہیں موجود ہے۔ اس کی وسعت اور کشادگی کا یہ عالم ہے کہ یہ کل 1,200 ستونوں پر مشتمل ہے اور آج بھی دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈالنے کا موجب بنتی ہے۔

اسی طرح جب مسلمان ترکی کی سرزمین پر حکمران کی حیثیت سے پہنچے تو انہوں نے وہاں بھی اپنے انمٹ نقوش ثبت کیے۔ رسول اللہ ﷺ کی بشارت کے مطابق مسلمانوں نے شہرِ قیصر کو تاخت و تاراج کیا۔ جس سپہ سالار کی سرکردگی میں اسے فتح کیا گیا اسے دنیا سلطان محمد فاتح کے نام سے یاد کرتی ہے۔ مسلمانوں نے وہاں ایک طویل عرصے تک حکمرانی کی۔ اسے

خلافتِ عثمانیہ سے موسوم کیا جاتا ہے۔ وہاں بھی علم کے ایسے ایسے شناور پیدا ہوئے کہ جن کا بدل آسمان نے آج تک نہ دیکھا ہوگا۔ وہاں پر ایسی ایسی ہستیاں تہِ خاک سو رہی ہیں کہ آسمان بھی اس قطعۂ ارضی پر رشک کرتا ہوگا۔ صحابیِ رسول حضرت ابو ایوب انصاری ﷺ استنبول کی فصیل کے بالکل قریب مدفون ہیں۔ اس کے علاوہ قونیہ شہر میں مولانا جلال الدین رومی جیسی نابغۂ عصر ہستی بھی آسودۂ خاک ہیں۔ غرض کہ یہ شان وشوکت اور عظمت وجلال مسلمانوں ہی کا مرہونِ منت تھا۔ مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہم نے اپنی اس حیثیت کو فراموش کر دیا، جو کبھی محض ہمارے ہی دم سے قائم و دائم تھی۔ ڈاکٹر محمد اقبالؔ نے اپنی ایک شہرۂ آفاق نظم میں اس صورتِ حال کی بہترین منظرکشی کی ہے۔ ملاحظہ کیجیے:

تمدن آفریں، خلاقِ آئینِ جہاں داری
وہ صحرائے عرب یعنی شتربانوں کا گہوارا
غرض میں کیا کہوں تجھ سے کہ وہ صحرا نشیں کیا تھے
جہاں گیر و جہاں دار و جہاں بان و جہاں آرا
گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا
مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آباء کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارا

یہی وہ طوفان تھا جو ڈاکٹر فریدالدین کی ذات میں موجزن تھا۔ جو انہیں ہندوستان کے ساتھ ساتھ دنیا بھر کے اسلامی ممالک کے قریہ قریہ میں لیے پھرا۔ اوائل عمری میں سیالکوٹ کا سفر کیا، پھر لکھنؤ جیسے دور اُفتادہ علمی مرکز کا رخ کیا اور وہاں علم و ہنر کے گوہرِ تاب دار چن کر واپس پلٹے۔ اس دوران فقر و فاقہ جیسی سنگین صورتِ حال کا قلندرانہ وار مقابلہ کیا۔ ان کے دل میں ایک الاؤ بھڑک رہا تھا جو انہیں کسی پل چین وسکون نہ لینے دیتا تھا۔ اِسی قلبی و روحانی تسکین کا سامان باہم پہنچانے کے لیے اسلامی ممالک کے مراکز کے اَسفار کا سلسلہ قائم کیا۔ اولیاء کرام کی زیارت کے لیے کبھی سرہند شریف، کبھی اجمیر شریف، کبھی دہلی کے سفر کیے۔ بات یہیں ختم نہیں ہوتی بلکہ ہندوستان کی حدود کو پار کر کے ایران، عراق، شام، ترکی اور سعودی عرب میں موجود انبیاء کرام علیہم السلام، صحابہ کرام ﷺ اور اولیاء عظام اور دیگر ائمہ و صالحین کے مزارات پر حاضری کا شرف بھی حاصل کیا۔ حق کی اس جستجو میں انہیں سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی ﷺ کی بارگاہ سے شیخِ کامل کی نسبت حاصل ہوئی۔ ان کے مزارِ اَقدس پر باقاعدگی سے حاضری دینا ان کے معمول کا حصہ تھا۔

عشقِ حقیقی کی چنگاری تھی کہ جو بجھنے کا نام نہ لیتی تھی، جس نے اس مردِ مومن کو اطمینان سے نہ بیٹھنے دیا۔ یہ چنگاری بڑھتے بڑھتے الاؤ بن گئی، جس نے انہیں اُمتِ مسلمہ کے لیے کچھ اور کر گزرنے کی تحریک دی۔ وہ عقلِ خداداد کی تمام تر سرحدیں عبور کر کے اس سے اگلے مرحلے میں قدم رکھ چکے تھے۔ اِس طرح علامہ اقبالؔ کے مطابق وہ اس شعر کے مصداق ٹھہرے:

ترے سینے میں دم ہے دل نہیں ہے
ترا دم گرمیِ محفل نہیں ہے
گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نور
چراغِ راہ ہے منزل نہیں ہے

ان کی فہم و فراست نے انہیں عشق کی وادی میں غوطہ زن ہونے کی ترغیب دی کیونکہ وہ روزِ اَوّل ہی سے عقل و دل کے حسین اِمتزاج کا مرقع تھے، دنیا کا کامل شعور رکھتے تھے اور اس سے بالکل بیزار بھی نہ تھے۔ وہ ایک ایسے نظریۂ حیات کے قائل تھے، جس میں رہنمائی کا فریضہ عقل کے پاس ہوتا ہے جب کہ قوتِ فیصلہ دل کے سپرد۔ انہوں نے محسوس کیا کہ میرے اس مشن کو آگے بڑھانے کے لیے ایک جانشین کی ضرورت ہے، لہٰذا انہوں نے اللہ رب العزت کے حضور مناجات کیں۔

ڈاکٹر فریدالدین قادری کو 1948ء میں بیت اللہ کی زیارت کا شرف نصیب ہوا۔ انہوں نے رات کے پچھلے پہر خانہ کعبہ کا غلاف تھام کر اللہ رب العزت کے حضور مناجات کیں کہ اے پروردگارِ عالم! مجھے ایک ایسا فرزند عطا فرما جو تیرے دین کی سربلندی کے لیے اپنا سب کچھ نثار کرنے سے بھی دریغ نہ کرے۔ اللہ رب العزت نے اپنے اس بندے

کی التجا کو شرفِ قبولیت بخشا اور انہیں ایک چاند سے بیٹے سے نوازا۔ اس فرزندِ ارجمند کا نام بشارت کے مطابق 'محمد طاہر' رکھا گیا۔

فریدِ ملّت ڈاکٹر فرید الدین قادری اپنی انقلابی سوچ و فکر کو اپنے بیٹے میں منتقل کرنا چاہتے تھے تاکہ ان کے سینے میں موجزن اُمتِ مسلمہ کا کرب ان کے فرزند میں عود کر آئے اور وہ ان کے کام اور نیک ارادوں کے تکمیل کا فریضہ بحسن وخوبی سرانجام دے سکے۔

اس نصب العین کی تکمیل کے لیے انہوں نے محمد طاہر کو اپنی نگرانی میں تربیتی مراحل سے گزارا اور خشیتِ الٰہی، عشقِ رسول ﷺ، علم وحکمت، روحانی بالیدگی اور اُمتِ مسلمہ کی پستی کا غم جیسی صفات ان میں راسخ کر دیں۔ ابتدا ہی سے اَحکاماتِ الٰہی کی بجا آوری اور سیرتِ رسول ﷺ کی پیروی جیسے عمدہ خصائل سے متصف کیا۔ تہجد کے وقت اٹھ کر عبادتِ الٰہی میں مشغول ہونے کا شوق پختہ کر دیا۔ غرض کہ اللہ کی بندگی کے وہ تمام لوازمات پوری شد و مد کے ساتھ ان کی شخصیت میں مجتمع ہوگئے جو اس قدر کم عمری میں بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ درسِ نظامی کی بنیادی کتب بھی گھر پر ہی پڑھا دیں۔

عصری علوم کے حوالے سے بھی آپ نے اپنے فرزند کو کسی سے پیچھے نہ رہنے دیا۔ انہیں شہر کے بہترین سکول میں داخل کرایا۔ جب وہ سکول سے واپس آجاتے تو عصر کے بعد سے لے کر رات گئے تک انہیں خود پڑھاتے۔ اس طرح انہوں نے اپنے اس غنچے کی نگہ و پرداخت اور آب یاری میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ ان کے معمولات اس قدر منظّم و مستحکم کر دیے کہ ان کا ایک ایک لمحہ قیمتی بنا دیا۔ قدیم و جدید تعلیم سے تعلق کو اس قدر استوار کر دیا کہ دینِ اسلام کے خلاف ہونے والی سازشوں کا علمی و عقلی سطح پر دفاع کر سکے اور مسلمانوں میں علم وحکمت کے ٹوٹے ہوئے سلسلے کو بحال کر سکیں۔ ان کے اندر امت کے درد اور کڑھن کی جوت جگا دی تاکہ اسے پستی سے اٹھا کر آسمان کی بلندیوں تک پہنچا دے، جہاں پر وہ پہلے بھی براجمان رہ چکی تھی۔

یہ تھا وہ جذبہ جس سے مہمیز ہو کر ڈاکٹر فرید الدین قادری نے اُمت کو ایسے سپوت سے نوازا جسے رہتی دنیا تک ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ ان کے اندر موجزن حرم کے درد کا درماں اسی صورت میں پایۂ تکمیل تک پہنچنا تھا۔ ان کی علمی استعداد اور حصولِ علوم وفنون کی دوڑ دھوپ کی غرض و غایت ہی اُمتِ مسلمہ کی غم خواری تھا۔ یہ ان کا سب سے بڑا کارنامہ ہے جو انہوں نے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی کی صورت میں ہمیں مہیا کیا۔ آج شرق تا غرب عالمِ انسانیت ان کے اجتہادی افکار ونظریات سے یکساں مستفید ہو رہا ہے۔ مسلمان جو کبھی روشن خیال نظریات کے حامل ہوا کرتے تھے، سہل پسندی نے انہیں قدامت پرستی جیسی الجھنوں کا شکار کر دیا تھا۔ ان میں ہلچل اور انسانیت کی بھلائی کا سامان مہیا کرنے کے لیے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی کی آفاقی

زائرین دربار شریف حضرت فرید ملت ؒ اور تنظیمات و کارکنان متوجہ ہوں!

دنیا کے بیشتر ممالک اور پاکستان کے مختلف شہروں سے دربار شریف حضرت فرید ملت ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ، دارالعلوم فریدیہ قادریہ اور فریدیہ ٹرسٹ جھنگ پر کثیر تعداد میں زائرین ہر روز تشریف لاتے ہیں۔ تشریف لانے والے زائرین، تحریکی احباب، تنظیمات اور مہمانانِ گرامی سے گزارش ہے کہ آپ احباب اپنی آمد سے قبل درج ذیل رابطہ نمبرز پر باضابطہ آگاہ فرمادیا کریں تاکہ احسن انداز میں آپ کو وزٹ کرانے اور آپ کی خدمت کرنے کا موقع مل سکے۔

رابطہ نمبرز: فریدیہ ٹرسٹ: 0311-7203124, 0334-6331063

دربار شریف و دارالعلوم: 0333-6767094, 0312-6411093

سوچ نے دین کی اصل روح سے دنیا کو متعارف کرایا۔ تصنیف و تحقیق کی دنیا میں مختلف موضوعات پر ایک ہزار (1,000) سے زائد کتب تحریر کر کے امتِ مسلمہ کو اجتہادی افکار سے روشناس کرایا۔ تنِ مردہ میں نئی روح پھونک کر ملتِ اسلامیہ کی مسیحائی کی۔ بے مقصد عشق سے نکل کر مقصدیت سے لبریز عشق کی جوت جگائی۔ جیسا کہ اقبالؔ کہتے ہیں:

عشق اب پیرویِ عقلِ خدا داد کرے
آبرو کوچۂ جاناں میں نہ برباد کرے
کہنہ پیکر میں نئی روح کو آباد کرے
یا کہن روح کو تقلید سے آزاد کرے

حاصل کلام یہ ہے کہ ڈاکٹر فریدالدین قادری نے اِنسانیت کی فلاح کے لیے اپنی زندگی میں جتنے بھی کارنامے سرانجام دیے، ان میں سب سے بڑا کارنامہ یہی ہے کہ وہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی صورت میں اپنا جانشین دنیا میں چھوڑ گئے ہیں۔ 16 شوال المکرّم بمطابق 2 نومبر 1974ء کو عالمِ اسلام کی یہ عظیم شخصیت اطمینانِ قلب کے ساتھ دنیائے فانی سے کوچ کرگئی۔ آج ہمیں جو کچھ بھی شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری مدظلہ العالی کی جانب سے فیوضات و برکات میسر آرہی ہیں، دراصل وہ ڈاکٹر فرید الدین قادریؒ کو حاصل فیوضات کا تسلسل ہیں۔ اللہ رب العزت اس سلسلے کو تا بہ ابد قائم و دائم رکھے۔ آمین! ❁❁❁❁

انا للہ وانا الیہ راجعون

گذشتہ ماہ محترم خرم شہزاد (ڈپٹی ڈائریکٹر منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن) کے والد محترم، محترم حافظ عابد بشیر قادری (ڈپٹی ڈائریکٹر پبلک ریلیشنز) کی کزن (سیالکوٹ)، محترم سید عزت اللہ شاہ (سابق ضلعی امیر خاران) کی اہلیہ، محترم حاجی جمعہ خان بنگلزئی (ناظم ویلفیئر MQI کوئٹہ)، محترم منیر احمد ملک (TMQ بھوآنہ) کی والدہ، محترم غلام نبی (مریدکے) کے والد، محترم دلاور حسین مصطفائی (مریدکے) کا جواں سالہ بھانجا، محترم ڈاکٹر شاہد اقبال (جلو موڑ لاہور) کا جواں سالہ بھتیجا، محترم محمد ریاض تحریکی ساتھی (فضل پورہ۔ سمبڑیال)، محترم شریف نیر (سابقہ صدر ابوظہبی، اگوکی سیالکوٹ)، محترم محمد سرور خان (نائب صدر PP-131) کی والدہ، محترمہ شمع باجی (سابقہ ناظمہ MWL سیالکوٹ) کے بھائی محترم اعجاز احمد مغل، محترم سید زاہد گیلانی دیرینہ ساتھی (کوہلوکے۔ سمبڑیال)، محترم علامہ محمد سعید احمد (ناظم علماء کونسل PP-131 سمبڑیال) کے سسر، محترم رانا محمد اعجاز (لائف ممبر) کا جواں سالہ بھانجا (مریدکے)، محترم ذیشان اسلم گوندل (کوٹ مومن۔ ہجن) کے والد، محترم علامہ طائف سلطان قادری (کوٹ مومن۔ ہجن) کی پھوپھی، محترم ماسٹر محمد عارف گکھڑ (کوٹ مومن)، محترم مختار احمد بھٹی (ہجن) کے چچا، محترم صفدر اقبال بھٹی (ہجن) کے والد، محترم غلام شبیر (ہجن) کی والدہ، محترم حافظ نائب سلطان (ہجن) کی والدہ، محترم حافظ عابد حسین (مڈھ رانجھا) کی والدہ، محترم حافظ نعیم اختر (ہنڈی رانواں) کے دادا، محترم مرزا طارق بیگ (صدر TMQ ضلع گجرات) کے بڑے بھائی، محترم محمد ریاض (سمبڑیال)، محترم سید ثقلین حیدر شاہ (سانگلہ ہل) کی دادی، محترم محمد وقاص انقلابی (سانگلہ ہل) کی دادی، محترم سید جواد حسین شاہ (منڈی بہاؤالدین) کے چچا محترم سید خادم حسین، محترم رائے بشیر احمد (ناظم تحریک منہاج القرآن اوکاڑہ B) کے تایا، محترم ناصر محمود مان (ناظم PP-39 ڈسکہ) کی والدہ، محترم ظفر اقبال انقلابی (نوشہرہ ورکاں) کے بھائی محترم یاسر کمال، محترم میاں محمد عنایت (شہیدانوالی، منڈی بہاؤالدین)، محترم سید محمد ارشاد (PP-224 ساہیوال) کے بھائی، محترم میاں امجد علی (نیکو کارہ)، محترم حاجی رضوان (PAT تحصیل خانپور)، محترم راجہ محمد سعید کی صاحبزادی اور محترم بہک احمد یار (ونیکے تارڑ) کے تایا جان قضائے الٰہی سے انتقال فرما گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرکزی سیکرٹریٹ اور گوشہ درود میں موجود احباب نے جملہ مرحومین کی مغفرت و بخشش کے لئے خصوصی دعا کی۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کے درجات بلند فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل اور اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

Honor For Minhaj University Lahore

3G Social Responsibility in Higher Education Award 2018was given to Minhaj University Lahore in Kuala Lumpur Malaysia, which was received by Dr Hussain Mohiuddin Qadri, Deputy Chairman BOG, Minhaj University Lahore, for being one of the fastest growing Universities of Pakistan and for it's social and academic contributions towards the Nation of Pakistan.

Cambridge IFA, an international organization, awarded “3G Social Responsibility in Higher Education Award 2018” to Minhaj University Lahore (MUL) for rendering excellent services in the field of higher education. The ceremony took place in Malaysian capital. Deputy Chairman BoG Dr Hussain Mohi-ud-Din Qadri received the award. Minhaj University was chosen for the award on the basis of provision of quality education to students belonging to low income groups.While receiving the award, President of MQI and Deputy Chairman BoG, Dr Hussain Mohi-ud-Din Qadri, said that global recognition of educational services being rendered by Minhaj University Lahore is not only a matter of immense happiness for those associated with the University but also a unique distinction for Pakistan as well. He said that ‘3G Social Responsibility in Higher Education Award 2018” is an international award which is given annually to the top-performing NGOs around the world including the universities in recognition of meritorious services by them. He said that this award was given to the Higher Education Commission last year and it is for the first time that MUL, a private sector University, has been chosen to receive this award in Pakistan.Dr Hussain Mohi-ud-Din Qadri said that Cambridge IFA is an international organization that gives awards on the basis of wonderful performance. He further told that in addition to Minhaj University Lahore, a Korean University and a few other NGOs were also given the award in the ceremony held in Malaysia. He said that Cambridge IFA monitors the universities as to what extent they provide quality education to the people belonging to low income groups and have people-friendly educational policies. He said that it is after MUL fulfilled all the requisite criteria that it was selected for the award, which is a unique honour for us.

Minhaj
Welfare Foundation
MWF
منہاج کالج (برائے خواتین) خانیوال
زکوٰۃ خلقِ خدا کی
ضمانت رب کی رضا کی
تعلیم سب کے لیے
160000 طلباء و طالبات
کو وظائف
2650
شادیوں کے
مکمل اخراجات
آغوش
لاہور، سیالکوٹ
اور
کراچی کا قیام
دکھی انسانیت کی خدمت کے لیے اب بھی بہت کچھ کرنا باقی ہے جو کہ صرف آپ کے تعاون سے ہی ممکن ہے۔ اپنی زکوٰۃ، عطیات، صدقات و خیرات منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کو دیجئے اور دکھی انسانیت کی خدمت میں ہمارا ہاتھ بٹائیے۔
Freedom Account No:
01977900163103
HBL, Faisal Town Branch, Lahore
0321-4111213,0311-8222222
042-3516 8365, 042-111-140-140 Ext: 136
www.welfare.org.pk, www.minhajwelfare.org

Monthly
MINHAJ-UL-QURAN
LAHORE
JUNE-2018
Regd CPL No.41

تزکیۂ نفس، فہم دین، اصلاح احوال، توبہ اور آنسوؤں کی بستی

جامع مسجد المنہاج
بغداد ٹاؤن (ٹاؤن شپ) لاہور

27 واں سالانہ

شہرِ اعتکاف

زیر سایہ:
سیّد السادات شیخ المشائخ قدوۃ الاولیاء
سیّدنا طاہر علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ
القادری الگیلانی البغدادی

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی سنگت میں اعتکاف کریں

خصوصی شرکت
ڈاکٹر حسن محی الدین قادری
ڈاکٹر حسین محی الدین قادری

خصوصی خطابات، فقہی نشستیں، تربیتی حلقے
محافل قرأت و نعت، مجالسِ ذکر
خصوصی وظائف
خواتین کے لیے الگ اعتکاف گاہ کا انتظام

پُرنور اور بابرکت ساعتوں کو سمیٹنے کی رات
27 ویں شبِ رمضان، لیلۃ القدر

عظیم الشان
عالمی روحانی اجتماع
11 جون 2018ء
بروز سوموار

پروگرام • قرأت • نعت خوانی • صلوٰۃ التسبیح • خطابات • خصوصی دعا

ملک بھر سے نامور علماء و مشائخ اور قراء و نعت خواں حضرات خصوصی شرکت کریں گے

منجانب: نظامتِ اجتماعات تحریک منہاج القرآن

Tel:042-111-140-140
042-35163843
Cell:0333-4244365
0315-3653651

TahirulQadri TahirulQadri www.minhaj.org www.itikaf.com